ماہنامہ

انصاراللہ

صدسالہ خلافت جوبلی مبارک ہو

جنوری 2008ء
صلح 1387ہش

ایڈیٹر
نصیر احمد انجم

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

صلح 1387 ہش جنوری 2008ء
جلد ---------- 49
شمارہ ---------- 1
فون نمبر: 047-6212982 فیکس نمبر 047-6214631
ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

نائبین
ریاض محمود باجوہ
محمود احمد اشرف
صفدر نذیر گولیکی

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد
مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دار الصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)
مطبع: ضیاء الاسلام پریس
شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ .... ایک سو روپیہ
قیمت فی پرچہ .... 10 روپے

اس شمارہ میں

اداریہ 2
القرآن 4
حدیث نبویؐ 5
عربی منظوم کلام 6
فارسی منظوم کلام 7
اردو منظوم کلام 8
کلام الامام 9
عشق الٰہی عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے واسطہ ہے 10-15
تحریر: مکرم الحاج کریم ظفر ملک صاحب
اطاعت کے پیکر؛ مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب 16-22
مکرم عبدالباسط صاحب شیخوپورہ
''مہابھارت'' 23-25
مکرم عبدالشافی صاحب بھروانہ
بے تکلف مہمان نوازی 26-31
ابن کریم
کتاب ''سر سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ'' (قسط پنجم) .... 32 تا 38
مکرم عاصم جمالی صاحب
نتیجہ امتحان سہ ماہی سوم 2007ء .... 39 تا 40
مرسلہ: قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان

اداریہ

سالِ نو......عہدِ نو

نئے سال کا آغاز ہے۔ایک زاویہ نظر یہ ہے کہ ہماری عمر ایک سال بڑھ گئی ہے۔لیکن دوسرے زاویے سے دیکھیں تو دراصل ہماری اجل مسمّٰی کا ایک سال کم ہوگیا ہے۔کسی انسان کی جو عمر پروردگار دو عالم نے مقرر کی ہے۔ہر گذرنے والا سال اس میں کمی کرتا جاتا ہے اس پہلو سے سوچتے ہوئے لامحالہ فکر پیدا ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے کیونکہ وقت گذر رہا ہے ہم میں سے ہر ایک کو جائزہ لینا ہے کیا اس گذرے ہوئے سال میں اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے مقدور بھر کوشش کی؟ اور اگر جواب غیر تسلی بخش آئے تو اس نئے سال کے آغاز پر عہد صمیم کرنا چاہیئے کہ اگلے جہاں کی تیاری میں زیادہ سنجیدگی اور بالغ نظری سے کوشش کریں گے۔

نماز باجماعت کی پابندی ایک ایسا لازمۂ حیات ہے جس کے بغیر روحانی بقا کی کوئی ضمانت نہیں۔اس لئے ہمیں سب سے زیادہ فکر پابندی نماز کی کرنی چاہیئے۔اس ضمن میں اس وقت مختصر طور پر **حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب** کا ذکر کرتا ہوں۔

آپ کی پابندیٔ نماز کا یہ حال تھا کہ آخری بیماری جب چل پھر نہیں سکتے تھے تو لاہور کے ایک خادم کی ڈیوٹی اس غرض سے لگوائی کہ پانچوں وقت آپ اُس خادم کے ساتھ نماز باجماعت ادا کیا کریں گے۔

مکرم بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام...... فضل لندن لکھتے ہیں:

ایک بار فرمایا کہ مجھے ملکہ میری نے ایک دفعہ ونڈسر کے محل میں ذاتی مہمان کی

حیثیت سے مدعو کیا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ ملکہ جب ملاقات کے لئے بلائیں تو جب تک ملکہ خود ملاقات کو ختم نہ کریں آپ ان کی موجودگی میں اشارۃً بھی ملاقات کے اختتام کی کوشش نہیں کر سکتے وغیرہ۔ میں جب ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ملاقات اتنی لمبی ہو گئی کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں نماز عصر ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ میرے چہرے پر فکر کے آثار نمودار ہو گئے۔ ملکہ جو بے حد زیرک تھیں فوراً سمجھ گئیں کہ میری طبیعت پر کوئی بوجھ ہے انہوں نے دریافت کیا تو میں نے عرض کیا کہ میری نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے ملکہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور حکم فرمایا کہ ظفر اللہ خان کی نمازوں کے اوقات نوٹ کرلو اور اگر دورانِ ملاقات ان کی کسی نماز کا وقت ہو جائے تو مجھے بتا دیا کرو اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرما دیا کہ پھر مجھے نماز کے بروقت ادا کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔

ایک دفعہ ایک نوجوان نے دوران گفتگو کہا کہ فجر کی نماز یورپ میں اپنے وقت پر ادا کرنی بہت مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے اور میں کبھی پسند نہیں کرتا کہ اپنی مثال دوں۔ **لیکن آپ کی تربیت کے لئے یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً نصف صدی کا زمانہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر میں نے کبھی نمازِ تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے۔**"

(ماہنامہ خالد دسمبر 1985ء جنوری 1986ء صفحہ 89)

القرآن

لقاءِ الٰہی کا مطلب

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(سورۃ العنکبوت:24)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس سے ملاقات کا انکار کیا یہی لوگ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث نبوی ﷺ

حسن ظن

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تبارَکَ وَ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ

(بخاری کتاب التوحید باب یحذرکم اللّٰہ نفسہ مسند دار می فی باب حسن الظن)

ترجمہ:- حضرت واثلہؓ بن اسقع کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اپنا آپ اس پر ظاہر کرتا ہوں پس جیسا وہ میرے متعلق گمان کرے ایسا ہی میرا اس سے سلوک ہوتا ہے۔

عربی منظوم کلام

عظمت قرآن

لَمَّا اَرَی الْفُرْقَانُ مِیْسَمَهُ تَرَدّٰی مَنْ طَغٰی

جب قرآن نے اپنی شکل دکھلائی تو ہر یک طاغی نیچے گر گیا۔

مَنْ کَانَ نَابِغَ وَقْتِہٖ جَاءَ الْمَوَاطِنَ اَلْثَغَا

جو شخص اپنے وقت کا فصیح اور جلد گو تھا وہ کند زبان ہو کر میدان میں آیا۔

وَ اِذَا اَرٰی وَجْهًا بِاَنْوَارِ الْجَمَالِ مُصَبَّغَا

اور جب قرآن نے اپنا ایسا چہرہ دکھایا جو انوارِ جمال سے رنگین تھا۔

فَدَرَی الْمُعَارِضُ اَنَّهٗ اَلْغَا الْفَصَاحَةَ اَوْ لَغَا

تو معارض سمجھ گیا کہ وہ قرآن کے معارضہ میں فصاحت بلاغت سے دور ہے اور لغو بک رہا ہے۔

مَنْ کَانَ ذَاعَیْنِ النُّهٰی فَاِلٰی مَحَاسِنِهٖ صَغٰی

جو شخص عقلمند تھا وہ قرآن کے محاسن کی طرف مایل ہو گیا۔

اِلَّا الَّذِیْ مِنْ جَهْلِهٖ اَبْغَی الضَّلَالَةَ اَوْ بَغٰی

ہاں وہ باقی رہا جو گمراہی کا مددگار بنا اور ظلم اختیار کیا

عَیْنُ الْمَعَارِفِ کُلِّهَا اٰتَاهُ حِبٌّ مُبْتَغٰی

تمام معارف کا چشمہ خدا تعالیٰ نے قرآن کو دیا

(القصائد الاحمدیہ مترجم صفحہ 164، 165)

فارسی منظوم کلام

حمد باری تعالیٰ

حمد و شکرِ آں خدائے کردگار
کز وجودش ہر وجودے آشکار

اس خدائے کرد گار کی حمد اور شکر واجب ہے جس کے وجود سے ہر چیز کا وجود ظاہر ہوا۔

ایں جہاں آئینہ دارِ روئے اُو
ذرّہ ذرّہ رہ نماید سوئے اُو

یہ جہان اس کے چہرے کے لیے آئینہ کی طرح ہے ذرّہ ذرّہ اُسی کی طرف راستہ دکھاتا ہے۔

کرد در آئینہ ارض و سما
آں رُخِ بے مثلِ خود جلوہ نما

اس نے زمین و آسمان کے آئینہ میں اپنا بے مثل چہرہ دکھلا دیا۔

ہر گیا ہے عارفِ بنگاہِ اُو
دست ہر شاخے نماید راہِ اُو

گھاس کا ہر پتہ اس کے کون و مکان کی معرفت رکھتا ہے اور درختوں کی ہر شاخ اُسی کا راستہ دکھاتی ہے۔

نورِ مہر و مہ ز فیضِ نُور اوست
ہر ظہورے تابعِ منشورِ اوست

چاند اور سورج کی روشنی اُسی کے نور کا فیضان ہے ہر چیز کا ظہور اُسی کے شاہی فرمان کے ماتحت ہوتا ہے۔

(''ضیاء الحق'' روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 251)

اردو منظوم کلام

سرائے خام

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ اُن کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
اُن کے طریق و دھرم میں گو لاکھ ہو فساد
کیسا ہی ہو عیاں کہ وُہ ہے جھوٹ اعتقاد
پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب
کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب
دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی
اے غافلاں وفا نہ کند ایں سرائے خام
دنیائے دوں نماند و نماند بہ کس مدام

(درثمین اردو صفحہ 11 مطبوعہ رقیم پریس لندن)

کلام الامام

لذّت نماز کا گُر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے عرض کی کہ مجھے نماز میں لذت نہیں آتی ۔فرمایا:

موت کو یاد رکھو۔یہی سب سے عمدہ نسخہ ہے۔دنیا میں انسان جو گناہ کرتا ہے اس کی اصل جڑ یہی ہے کہ اُس نے موت کو بُھلا دیا ہے۔جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا کی باتوں میں بہت تسلی نہیں پاتا۔لیکن جو شخص موت کو بھلا دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کے اندر طولِ اَمل پیدا ہو جاتا ہے۔وہ لمبی لمبی امیدوں کے منصوبے اپنے دل میں باندھتا ہے۔دیکھنا چاہیے کہ جب کشتی میں کوئی بیٹھا ہو اور کشتی غرق ہونے لگے تو اس وقت دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔کیا ایسے وقت میں انسان گناہ گاری کے خیالات دل میں لا سکتا ہے؟ایسا ہی زلزلہ اور طاعون کے وقت میں چونکہ موت سامنے آجاتی ہے۔اس واسطے گناہ نہیں کرسکتا اور نہ بدی کی طرف اپنے خیالات کو دوڑا سکتا ہے۔پس اپنی موت کو یاد رکھو۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 243، 244)

عشق الٰہی عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے

(مرتبہ: مکرم الحاج کریم ظفر ملک صاحب لاہور)

خدا تعالیٰ نے دنیا میں ایک ہی نبی ایسا مبعوث فرمایا ہے جس نے اس سے بے پناہ محبت کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے تمام سلسلہ انبیاء میں ایک ہی نبی ایسا مبعوث کیا ہے جس کی کامل پیروی اور محبت کو اپنی محبت سے وابستہ قرار دیا ہے۔ اور انسانوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار ہیں تو انہیں پہلے اس نبی کی محبت اور اس کی پیروی کے تمام راستوں سے گزرنا ہوگا۔ وہ نبی اور ہادی اعظم ہمارے سید و مولیٰ سرور کائنات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر بھی انبیاء کتب مقدسہ لے کر آئے ایک تو ان کی تعلیمات مکمل نہیں تھیں دوسرے ان کے لئے یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ اپنی عطا کردہ تعلیمات کے تمام پہلوؤں پر اپنی اپنی امت کے سامنے عمل کر کے بھی دکھائیں۔ چنانچہ زندگی کے بہت سے ایسے پہلو ہیں جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء کی زندگیوں میں تشنہ تکمیل نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی کامل تعلیم عطا کی جو نہ صرف زندگی اور مابعد الموت کی تمام تفصیلات و جزئیات پر حاوی ہے۔ بلکہ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں ان تفاصیل کے تمام نہاں در نہاں پہلوؤں پر نہایت گہرا اور حکمت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل بھی کر کے دکھایا۔ اسی بناء پر قرآن مجید میں آپ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

”کہ یاد رکھو تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نیک نمونہ موجود ہے اگر تم اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتے ہو تو تم پر آپ کے اسوۂ حسنہ کے تمام پہلوؤں پر عمل کرنا لازم ہے۔“ (الاحزاب)

قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی تا قیامت آپ کی پیروی اور محبت کو اور آپ کے افاضہ روحانی کو آئندہ روحانی مراتب کے حصول کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جا بجا صحابہ کرام کو اور آئندہ تا قیامت اپنی امت کو یہی تلقین فرمائی ہے کہ اگر وہ ایمان کے اعلیٰ تقاضوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اللہ سے اور آپ سے کامل محبت رکھنا ہوگی چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی

حلاوت اور مٹھاس کو محسوس کرے گا۔ **اوّل** یہ کہ اللہ اور اس کا رسول باقی تمام چیزوں سے اسے زیادہ محبوب ہو **دوسرے** یہ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرے اور **تیسرے** یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفر سے نکل آنے کے بعد پھر کفر میں **لوٹ** جانے کو اتنا ناپسند کرے جتنا کہ وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔ (بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان)

صحابہ کرامؓ نے اس نکتے کو خوب سمجھا ہے۔ پڑھے لکھے، ان پڑھ، شہری سے لے کر بدوی سب اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر ایک دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے یہ بتاؤ تم نے اس کے لئے تیاری کیا کی وہ بولا میری اور تو کچھ زیادہ تیاری نہیں ہے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے بے پناہ محبت رکھتا ہوں اس پر آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تو جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔ (بخاری کتاب الادب)

صحابہ کرام کی حالت یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دیوانے تھے یہاں تک کہ وہ آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو بھی زمین پر گرنے دینا نہیں چاہتے تھے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرما رہے تھے تو صحابہ آپ کے وضو والے پانی کو اپنے ہاتھوں اور چہروں پر ملتے تھے یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا ایسا تم کس سبب سے کر رہے ہو صحابہ کرام نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے واقعی محبت کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول بھی تم سے محبت کرے۔ تو اس کے لئے تمہیں یہ کرنا ہوگا کہ ہمیشہ سچ بولو اور امانت میں خیانت نہ کرو اور اپنے پڑوسی سے حسن سلوک کرو۔ (مشکوۃ باب الشفقۃ الرحمۃ والرحمۃ علی الخالق)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء: 108)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا۔

دینے والا تو خدا ہی ہے لیکن خدا نے مجھے اپنی رحمت اور عطا کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے کہ ہر ایک جو فیضان الٰہی کو پانا چاہتا ہے اس کو میرے ذریعہ سے یہ عرفان ملے گا۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی اور شفقت اور رحم کی نہ گہرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ وسعت کا۔

صحابہ کرام نے آرام و آسائش کے دنوں میں بھی اور غزوات اور جہاد کی پُرخطر وادیوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے بے نظیر نمونے پیش فرمائے ہیں۔ ان میں مردوں اور عورتوں کے یکساں نمونے ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ اسلام نے جنگ اُحد کے دلخراش واقعہ کو محفوظ کیا ہے جس میں ایک موقع پر یہ مشہور ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ یہ خبر پھیلتے پھیلتے جب مدینہ تک پہنچی تو وہاں کی کئی عورتیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خیریت دریافت کرنے میدان جنگ کی طرف چل پڑیں۔ایک بڑھیا جو میدان جنگ کی طرف آ رہی تھی اسے راستے میں کسی نے بتایا کہ جنگ میں اس کا بیٹا اور بھائی شہید ہو چکے ہیں۔ وہ بڑھیا بولی کہ میں میدان جنگ اس لئے نہیں جارہی کہ میرا بیٹا یا بھائی شہادت کا درجہ پا چکے مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر پہنچی تھی کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے تم مجھے پہلے بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔جب اس بڑھیا کو بتایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں تو روایت میں لکھا ہے اس کی جان میں جان آئی اور وہ بولی کہ جب آپؐ زندہ اور صحیح سلامت ہیں تو مجھے کچھ غم نہیں۔

آپؐ سے محبت کے یہ نظارے ہمیں چودہ سو سالوں میں بکھرے نظر آتے ہیں کہ ایک تو وہ صحابہ کرام کی قوم تھی جنہوں نے آپ کو دیکھ کر آپ سے محبت کی تھی اور وہ قوم جس کو اس حسین وجمیل وجود کی خبریں پہنچیں وہ بھی اظہار محبت میں کسی سے کم نہ تھے۔حضرت مسیح موعودؑ اس مضمون کو اپنے ایک منظوم کلام میں اس طرح پیش فرماتے ہیں کہ:۔

قوم رأوک و امۃ قداخبرت   من ذالک البدر الذی اصبانی

ایک تو صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کا عظیم گروہ تھا جنہوں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے آپ نے دیکھا تھا اور آپ سے محبت کرنے کی سعادت پائی تھی اور چودہ سو سالوں میں ایک وہ بھی گروہ ہے جسے اس عظیم وجود کی خبر دی گئی جو بدر منیر ہے جس نے مجھ کو بھی دیوانہ بنا لیا۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اب تا قیامت خدمت دینیہ کی شرط حب رسول قرار دی گئی ہے اور وہی شخص دینی خدمات کا صحیح حقدار قرار دیا جا سکتا ہے جس میں یہ شرط پائی جاتی ہو۔چنانچہ آپؑ اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ملأ اعلیٰ میں اس بات کا ذکر ہو رہا ہے کہ آج کے اس دور میں کون شخص ہے جو خدمت دین کے عظیم فریضہ کو انجام دینے کا اہل ہے چنانچہ ایک شخص نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ’’ھذا رجل یحبُّ رسولَ اللہ‘‘ کہ یہ وہ شخص ہے جو رسول خداؐ سے محبت رکھتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی اس محبت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یا حب انک قد دخلت محبۃ   فی مھجتی و مدار کی و جنانی

من ذکر وجھک یا حدیقۃ بھجتی   لم اخل فی لحظٍ وّ لا فی آن

جسمی یطیر الیک من شوق علا   یا لیت کانت قوۃ الطیران

یعنی اے میرے دوست تیری محبت میری روح،میرے حواس اور میرے دل میں سرایت کر گئی ہے۔اے میری تروتازگی کے باغ تیرے رُخ انور کی یاد سے میں کسی لحظہ اور کسی گھڑی بھی خالی نہیں رہتا۔میرا جسم شوق محبت سے تیری طرف اڑا جاتا ہے۔اے کاش مجھ میں قوت پرواز ہوتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ تاریخ میں آتا ہے کہ آپ حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھتے تو آبدیدہ ہو جاتے۔

کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر   مَنْ شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

اے میرے محبوب تو میری آنکھ کی پتلی تھا تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہوگئی اب جو چاہے تیرے بعد مرے مجھے تو تیری ہی موت کا غم تھا۔ کسی نے پوچھا آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا اس وقت میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ کاش یہ شعر اپنے محبوب کی یاد میں مَیں نے کہا ہوتا۔ آپ اپنے فارسی منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم   گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ اللہ کے بعد مَیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے نشہ میں چور رہوں اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا کفر ہے تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ اور ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسلؑ کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔

(ازالہ اوہام صفحہ 170 روحانی خزائن جلد 3)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رفیع الشان مقام شفاعت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے پہلے اس کامل تعلق کی کیفیات پر روشنی ڈالی جو شفیع کو خالق اور مخلوق دونوں سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں فرمایا۔

"شخص شفیع کے لئے جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ضروری ہے کہ خدا سے اس کو ایک گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اس کے دل میں اترا ہوا ہو۔ اور اس کی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلی پیدا ہوگئی ہو اور اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہہ نکلی ہو اور اس طرح پر قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اس کی ہمدردی میں اس کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہو۔ ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہو گی۔ اور گویا شدت قلق سے اس کے اعضاء اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حواس منتشر ہیں اور اس کی ہمدردی نے اس کو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ایک غم خوار سے بڑھ کر ہے پس جب یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائے گا۔ کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جفت ہے اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جفت۔ تب دونوں پلہ میزان کے اس میں مساوی ہوں گے۔ یعنی وہ مظہر لاہوت کامل بھی ہوگا۔

اور مظہر ناسوت کامل بھی۔ اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا۔......

اس مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرمایا۔

دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى.

یعنی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان ہے خدا سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام مقامات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا...... یعنی بنی نوع ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ لہذا ایک طرف خدا کی محبت میں کمال تام تک پہنچا اور دوسری طرح بنی نوع انسان کی محبت میں کمال تک پہنچا۔"

(ریویو آف ریلجیز اردو جلد اوّل صفحہ 181، 182)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دلبر داشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا اُنس وشوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق ومحبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اس کی تائید ونصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 65)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے تمام تقاضوں کو اس رنگ میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہ محبت الٰہی کے لئے ایک مقناطیسی کشش کا کام دینے والی ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود خدائے تعالیٰ کی نگاہ میں ایک ایسا پاک وجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمتیں آپ پر نازل ہوتی رہتی ہیں یا یوں کہنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر آن ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ تو جو شخص بھی آپ سے محبت کرے گا آپ کے لئے برکت اور رحمت اور سلام چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ذاتی محبت کے بدلے کے طور پر ان تمام فیوض سے اس کو حصہ رسدی دیتا چلا جائے گا۔ اور جب وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے طفیل کچھ حاصل کر لے گا۔ اس عرفان کے ساتھ کہ یہاں سے غیر محدود برکتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ تو مزید برکتیں آپ سے حاصل کرنے کے لئے اس کے دل میں خواہش پیدا ہوگی اور وہ زیادہ جوش کے ساتھ اور زیادہ قلبی محبت کے ساتھ آپ پر درود بھیجنے لگے گا اور پھر زیادہ برکات کا اس پر نزول شروع ہو جائے گا۔ (روزنامہ الفضل 14 رمئی 1967ء صفحہ 4 کالم 2)

اللہ تعالیٰ کے تعلق کی چابی اسوہ رسول میں ہے اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں۔

"لِمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی اُمید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے زندہ اور پاک تعلق پیدا کرنے کے لئے اس ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی شخص اس جگہ نہ پہنچے جہاں سے یہ معرفت حاصل ہو سکتی ہے تو وہ اندھیرے میں بھٹکتا رہے گا ضال ہو جائے گا ایسے شخص کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت کا ایک خزانہ دے کر اس دنیا میں مبعوث کیا ہے اور آپ کی بعثت کے بعد کسی اور کے پاس یہ خزانہ تو کیا اس کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی باقی نہیں رہا اور اس فضیلت کی چابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی اور اس تالے کے اوپر خدا کے فرشتوں کا پہرہ ہے اگر کوئی شخص اس خزانے میں داخل ہو کر اس خزانے سے حصہ لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کنجی حاصل کرے پھر اس کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ خزانہ کو کھولے اور اس میں داخل ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چابی اس خزانہ کے لئے دی گئی ہے اس کا نام ہے۔ **"اسوۂ رسول"** یہی چابی ہے جس سے معرفت کے خزانے کھولے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا چاہتا ہے اسے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے قیام سے پہلے اس کی ذات اور صفات کا عرفان ضروری ہے۔ اور یہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس معرفت کے خزانہ کی چابی اس کے پاس نہ ہو اور چابی اس کو ملتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزارتا ہے پس اگر تم خدا سے زندہ تعلق رکھنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس اُسوہ کو اپناؤ اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو گزارو اور اپنے ماحول میں بھی اسے قائم کرنے کی کوشش کرو۔

لِمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ کے چوتھے معنی یہ ہیں کہ جو شخص بھی سچی نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کی پیروی کرے کیونکہ آپ کی پیروی ہی کے نتیجہ میں ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 23 اگست 1968ء بحوالہ خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 265)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی حبِ رسول اور حبِ الٰہی سے بہرہ مند کرے۔ آمین

اطاعت کے پیکر
چوہدری بشیر احمد صاحب

از: مکرم عبدالباسط صاحب۔ شیخوپورہ

مکرم محترم چوہدری محمد انور حسین صاحب کی خوبیوں میں ایک نمایاں خوبی خلافت کی اطاعت اور جانثاری تھی۔ جس سے وافر حصہ آپ کے فرزند مکرم محترم چوہدری بشیر احمد صاحب کو بھی ملا۔ اس تعلق میں چند واقعات کے ذریعہ آپ کی فدائیت اور اطاعت کے نمایاں پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے شاگرد ہونے کا شرف مرحوم چوہدری صاحب کو حاصل تھا۔ شاگردی کے وقت سے ہی صاحبزادہ صاحب کی اطاعت اور فرماں برداری کو چوہدری صاحب نے نمایاں رکھا۔ چوہدری صاحب مرحوم کی زبانی سنے ہوئے بعض واقعات پیش خدمت ہیں۔

کشتی رانی کی ٹریننگ: ایک دفعہ مکرم پرنسپل صاحب نے اپنے مددگار کارکن ''شادی'' کے ذریعے مرحوم چوہدری صاحب کو اپنی کوٹھی طلب کیا وہاں حاضر ہونے پر دیکھا کہ کالج کے چند اور لڑکے کھڑے ہیں۔ جاتے ہی ہاتھ اٹھا کر سلام عرض کیا تو حکم ملا کہ اس طرف کھڑے ہو جاؤ۔ باری باری تمام طلباء کی جسمانی ساخت کو دیکھتے رہے۔ جب چوہدری صاحب کی باری آئی تو کندھے، گردن کے پٹھے دیکھنے کے بعد پیار سے ایک مکا بازو پر لگایا۔ چوہدری صاحب ڈرے تو فرمایا ''ٹھیک ہے'' کل سے آپ سب لوگ دریا پر جایا کریں گے۔ اور وہاں کشتی رانی کی ٹریننگ لینا ہوگی۔ چوہدری صاحب نے ایک عذر پیش کیا کہ میاں صاحب! مجھے تو تیرنا نہیں آتا میں کشتی رانی کیسے کروں گا۔ مکرم پرنسپل صاحب نے اسی وقت سید جنید احمد ہاشمی صاحب کو بلایا اور ملاح کا نام لے کر کہا کہ اس کو کہہ دو کہ بشیر کشتی رانی کے گروپ سے ایک گھنٹہ قبل دریا پر آیا کرے گا آپ اس کو تیرنا سکھا دیں۔ جس پر چوہدری صاحب نے رضامندی کے ساتھ اس بات کو مان لیا۔ پھر ساری ٹیم نے مل کر عہد کیا کہ ہم دل وجان سے اس کھیل کو آگے لے کر جائیں گے اور اس امنگ اور لگن سے اس ٹیم نے ڈسٹرکٹ ڈویژن اور یونیورسٹی لیول تک کشتی رانی جیتی۔ چوہدری صاحب کالج کی فٹ بال، والی بال اور ان ڈور گیم ٹیبل ٹینس اور بیڈمنٹن کے کھلاڑی تھے ان سب کھیلوں میں نمایاں حصہ لیتے اور مقابلہ جات میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے انعامات کے حقدار ٹھہرتے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد رابطہ اور اطاعت میں اضافہ ہوا اور ہر دوسرے کام پر خلافت کے احکام کو اوّلیت دی جانے لگی۔

بطور سیاستدان: 1970ء کے الیکشن میں بطور امیدوار پنجاب اسمبلی حصہ لینے کا حکم ملا۔ اور رضامندی پوچھی تو عرض کیا انکار کی کیا مجال ہے اور آغاز الیکشن پر ذوالفقار علی بھٹو نے مانانوالہ میں جلسہ عام کرنے کا پروگرام بنایا۔ جس پر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے چوہدری صاحب کو ہدایات دیں اور جلسہ کو کامیاب کرنے کے طریق بتائے۔ چوہدری صاحب مرحوم نے مانانوالہ میں ایک کامیاب جلسہ کروایا۔ اور پورے پنجاب میں اس جلسہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ جلسے کے انعقاد کے بعد ہرن مینار پر دعوت کے دوران بھٹو صاحب نے چوہدری صاحب مرحوم کو بلایا تو لوگ بشیر نامی کسی اور شخص کو بھٹو صاحب کے پاس لے گئے لیکن بھٹو صاحب نے کہا میں نے مانانوالہ کے چوہدری بشیر صاحب کو بلایا ہے۔ بہر حال آپ نے یہ الیکشن لڑا اور کامیاب رہے۔ الیکشن میں کامیابی کے بعد حکومتی پیش کش ہوئی کہ آپ کو وزیر لیا جاسکتا ہے۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے چوہدری صاحب کو بلایا اور بتایا کہ حکومتی پیش کش آئی ہے لیکن میرے خیال میں اسے قبول کرنا مناسب نہ ہے کیونکہ ہم الیکشن کا معاوضہ نہیں لینا چاہتے۔ چوہدری صاحب نے حکم قبول کیا اور انتہائی جانفشانی اور محنت کے ساتھ اپنے حلقہ کے لوگوں کی خدمت کرتے رہے اور دلوں میں گھر کر گئے اور جماعت کے لئے کسی قسم کی پریشانی پیدا نہیں ہونے دی اور ایک صاف ستھرے باکردار ایماندار سیاستدان بن کر ابھرے۔

حضرت مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) سے گہرا تعلق: چوہدری صاحب خلافت ثالثہ کے عہد کا ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ شیخوپورہ سرگودھا روڈ پر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی گاڑی دیکھی چوہدری صاحب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت میاں صاحب کی گاڑی خراب ہے اور آپ نے نارنگ منڈی دورے پر جانا ہے۔ جب یہ سنا تو فوری طور پر ایک گاڑی مع ڈرائیور پیش کر دی اور ڈرائیور کو نصیحت کی کہ ریڈیو، ٹیپ بند، اور منہ بند یہ سن کر حضرت میاں صاحب مسکرائے اور محظوظ ہوئے چوہدری صاحب مرحوم نے ڈرائیور کو کہا کہ نارنگ منڈی سے واپسی پر حضرت میاں صاحب کو ربوہ چھوڑ کر آنا ہے۔ اور حضرت میاں صاحب سے عرض کی کہ آپ کی گاڑی ٹھیک کروا کر ربوہ پہنچادی جائے گی۔

کاشتکاری کے معاملات میں بھی حضرت میاں صاحب کے ساتھ چوہدری صاحب کی بہت رفاقت تھی خریداری کے لئے چوہدری صاحب کو لاہور لے جاتے کاشتکاری کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کرتے اور چوہدری صاحب حضرت میاں صاحب کے مشوروں کو عملی جامہ پہنچاتے۔ مرکز سلسلہ میں ہر جمعرات کو شیخوپورہ سے وفود لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پھر مہمانوں کے ساتھ حضرت میاں صاحب سے بھی ملاقات کا شرف حاصل کرتے۔ اس طرح حضرت میاں صاحب کے اور قریب ہوگئے۔ حضرت میاں صاحب کو شکار سے کافی شغف تھا ربوہ کے گردونواح میں شکار کے

بعد چوہدری صاحب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور شکار پیش کرتے اور دعائیں حاصل کرتے۔

منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد احترام میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔ملک میں جماعتی حالات خراب ہونے لگے۔ہجرت کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ لندن تشریف لے گئے۔ہجرت کے بعد بغرض شرف ملاقات لندن تشریف لے گئے اور نیاز مندی حاصل کی وہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے پاکستان کے سیاسی حالات کا جائزہ طلب کیا۔چوہدری صاحب مرحوم نے کمال اطاعت کرتے ہوئے دو صفحے لکھ کر حضور کی خدمت میں پیش کئے تو حضور انور نے فرمایا ''باقی کا تو مجھے علم تھا لیکن آخری بات جو آپ نے لکھی ہے۔یہ میرے علم میں نہ تھی۔''

دربار خلافت میں خط لکھنے میں بہت محتاط اور حساس تھے عموماً دو ہفتے میں ایک خط لکھتے پھر دعا کے لئے بھجواتے۔

ایک خط کے جواب میں حضور انورؒ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں تھا کہ بشیر اتنا اچھا خط لکھتا ہے۔

رپورٹ دعوت الی اللہ پر حضور انورؒ نے فرمایا ''جزاکم اللہ احسن الجزاء ابھی وہاں انقلابی کام کی ضرورت ہے تمام کارکنان کو محبت بھرا اسلام۔'' مکتوب از لندن 23/07/96

امیر راہ مولا ملک محمد اقبال آف نارنگ منڈی کی رپورٹ پر تحریر فرمایا ''جزاکم اللہ احسن الجزاء اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات دور فرمائے استقامت بخشے اور غیروں اور اپنوں کی ایذا رسانیوں سے نجات بخشے میری طرف سے سلام اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو آمین۔'' مکتوب از لندن 23/09/96

نظام جماعت کی اطاعت کی رپورٹ پر تحریر فرمایا ''آپ نے اچھا کام کیا کہ ان کی شکایات میں سے جن پر توجہ دینی ضروری تھی فوری توجہ دی جزاکم اللہ احسن الجزاء جو شکایات ان کی خلاف واقعہ ہیں ان پر ان کو پکڑیں اور سخت تنبیہ کریں کہ کیوں خواہ مخواہ تفرقہ پیدا کرتے ہو اللہ ان کو سمجھ دے۔'' مکتوب از لندن 23/11/96

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1993ء کی عالمی بیعتوں کی رپورٹ ملنے پر نظارت دعوت الی اللہ کو پر خلوص دعاؤں بھرا بہت ہی پیارا خط لکھا ہے جس میں چند ضلعوں کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔شیخوپورہ کے بارہ میں فرمایا ''شیخوپورہ بھی اپنے ٹارگٹ سے بہت آگے بڑھا ہے۔''

جماعتی خدمات کی بجا آوری کے بعد بغرض دعا لکھے گئے خط کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحریر فرمایا ''آپ کا خط ملا اللہ تعالیٰ آپ کی نیک مرادیں اور تمنائیں پوری فرمائے اور مقصد حیات پورا کرے جماعت کے لئے اخلاص سے خدمت کرنے کی سعادت عطا فرمائے آمین۔'' (مکتوب از لندن 28/10/97)

عید مبارک کے موقعہ پر ارسال کئے گئے خط کے جواب میں تحریر فرمایا "خیر مبارک تمام احباب جماعت اور عزیزوں کو میری طرف سے عید کے بابرکت خوشی کے موقعہ پر بہت بہت محبت بھرا اسلام اور عید مبارک اللہ تعالیٰ اس علاقہ کو سچائی کے نور سے بھر دے انصار، خدام، لجنہ اور ناصرات کو دعوت الی اللہ کے جذبہ سے سرشار فرمائے۔"

(مکتوب از لندن 01/02/97)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بہت نوازشات چوہدری صاحب پر تھیں جن کا وہ اکثر و بیشتر ذکر کرتے رہتے تھے۔ ایک مکتوب گرامی جو خاکسار کو ازراہ شفقت چوہدری صاحب نے عنایت کیا اس میں حضور انور تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کچھ تو اپنی انکساری کی وجہ سے اور کچھ عادتاً بھی خاموش ہیں آپ کی انکساری کا یہ حال ہے کہ آپ کچھ زیادہ ہی انکساری دکھاتے ہیں اس میں شک نہیں یہ دراصل آپ کے ابا مرحوم کی نیک تربیت کا نتیجہ ہے۔ رہا گستاخی کا معاملہ تو آپ بیچاروں نے کیا گستاخی دکھائی ہے۔ آپ کے ابا نے آپ کو ادب ہی ایسا سکھایا ہے کہ اس کا تصور بھی آپ سے محال ہے اگر گستاخی دیکھنی ہو تو میری صرف ایک دن کی ڈاک دیکھ لیں تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ گستاخی کسے کہتے ہیں اس میں ایسے طرح طرح کے خط ہوتے ہیں۔ آپ خواہ مخواہ کسی وہم میں مبتلا نہ ہوں میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ خدا کے فضل سے آپ اس قسم کی باتوں سے واقف ہی نہیں ہیں باقی سیاست سے تو آپ کی خاموشی ہی بہتر ہے مگر اپنے ابا کی طرح آپ کو بھی حسن و احسان کا دائرہ پھیلانا چاہیے اور اس میں آپ کو کوئی بھی کمی نہیں کرنی چاہیے۔" (مکتوب بذریعہ فیکس 18/03/99)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی صحت یابی کے موقعہ پر ایک مکتوب میں حضور انور کی خدمت میں لکھا "خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور بے حد احسان ہے کہ اپنے خاص فضل و کرم سے حضور انور کو صحت بخشی گو ابھی کافی کمزوری کے آثار ہیں لیکن انشاء اللہ وقت کے ساتھ یہ بھی جلد دور ہو جائیں گے MTA پر حضور انور کو دیکھا کہ ہم سب میں خوشی کی ایک ناقابل بیان لہر دوڑ گئی اور ہم خود کو بھی جوان سا محسوس کرنے لگے۔"

پیارے آقا! بعض دفعہ سوچتا ہوں کہ وہ لوگ چلے گئے جو نہایت ادب اور احترام سے حضور انور کو عرض کر سکتے تھے کہ حضور انور کچھ صحت کا خیال کریں مزید برآں وہ ہستی بھی ہم سے جدا ہو گئی جو اپنے طرز عمل سے حضور انور کو مجبور کر سکتیں تھیں اور صحت اور آرام کی طرف توجہ دلا سکتی تھی۔ باقی ہم لوگوں میں اتنی ہمت اور جرأت نہیں کہ ہم کچھ عرض کر سکیں آج تک سنتے آئے تھے جان ہے تو جہان ہے جیسا کہ حضور انور کو علم ہے انسانی جسم ایک مشین ہے اس کو بھی آرام کی ضرورت ہے یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے حضور انور کو شروع سے ایک طاقتور جسم اور مضبوط اعصاب سے نوازا لیکن آپ کے نزدیک

REST کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔

مزید لکھا کہ نئی صدی شروع ہونے والی ہے اس نئی صدی میں جماعت کے لئے بڑی بڑی بشارتیں ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات اور مصائب کا زمانہ ختم ہونے والا ہے اس بابرکت مہینے کے آخری ایام ہیں ہم نہایت عجز وانکساری سے اپنے قادر مطلق سے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے رب جس کے سوا کوئی معبود نہیں اے ہمارے خالق جس نے اس کائنات کے ہر ذرہ کو پیدا کیا ہے اے ہمارے پیارے مالک! جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے اے وہ ذات جو کہتی ہے **کُنْ فَیَکُوْنُ**۔ تیرے گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں تو ہی ہمارے پیارے امام ہمارے پیارے روحانی باپ کو ہر بیماری سے محفوظ رکھ اور ان کو پہلے سے بھی عمدہ صحت اور کام کرنے کی توفیق بخش تا کہ ہم اپنے پیارے امام سے زیادہ سے زیادہ افادہ کر سکیں۔

حضور انور نے عزیزم بشیر کا اپنے خطبہ میں ذکر کیا ہے تو پرانی یادیں تازہ ہو گئیں والد مرحوم نے جب بھی بشیر سے بات کرنی تو پنجابی میں کہنا ”او بشیر تو اوچی تے بول“ (والسلام خاکسار عاجز غلام بشیر احمد 22/12/2000)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پریشان کن بیماری کے وقت اپنے ایک خواب کا اپنے مکتوب میں اس طرح ذکر کرتے ہیں ”خاکسار کو بہت کم خواب آتے ہیں لیکن کل رات ایک خواب دیکھا جس کا تعلق حضور انور سے تھا خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضور انور زمین پر سیدھے لیٹے ہوئے ہیں جب خاکسار حضور انور کے پاس پہنچتا ہے تو حضور انور اٹھ کر بیٹھنے کے لئے اپنی ٹانگیں سیدھی کرتے ہیں لیکن میں حضور انور کی ٹانگوں اور گھٹنوں سے لپٹ جاتا ہوں اور بڑا رو رو کر یہ الفاظ کہتا ہوں کہ یا اللہ تیرے گھر میں تو کوئی کمی نہیں اپنا خاص فضل اور رحم کر اور میں اپنی شہادت کی انگلی سیدھی آسمان کی طرف کر کے یہ الفاظ کہتا ہوں کہ اس وقت جماعت جن مشکلات میں گھری ہے اس کی کوئی مثال نہیں تو اپنی خاص رحمت فرما کیونکہ آگے تو ہمیں اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے اس کے بعد نظارہ بدل جاتا ہے اور کیا دیکھتا ہوں کہ حضور انور کرسی پر تشریف رکھتے ہیں اور حضور انور اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپ کا کھڑے ہونے کا انداز بھی آج سے بیس برس سے ملتا جلتا ہے میں حضور انور کے داہنے جانب کچھ فاصلہ پر کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں حضور انور کرسی پر تشریف رکھتے ہیں اور سامنے بیٹھے بچوں، احباب سے فرماتے ہیں کہ آج اتنا ہی کافی ہے جیسے آپ ان کو کچھ بتا رہے ہیں جس وقت حضور انور کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں تو ماشاء اللہ ماشاء اللہ حضور انور کی صحت بہت اچھی اور جسم بڑا اسمارٹ دکھائی دیتا ہے۔“ (خاکسار عاجز غلام بشیر احمد)

دربار خلافت میں حاضری کی تڑپ آپ کے دل میں بہت موجزن رہی چند بار شرف حاضری حاصل کر سکے بعد ازاں باوجود کوشش کے حاضری سے شرف یاب نہ ہو سکے لیکن ہر دفعہ حضور انور کی یادوں کو دہراتے رہتے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی

وفات کا مکرم چوہدری بشیر صاحب کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ افسوس کے لئے آئے ہوئے غیر از جماعت اور احمدی احباب جماعت سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ذکر انتہائی خلوص اور اشکبار آنکھوں سے کرتے رہے۔ پھر انتخاب خلافت میں شمولیت کی شدید خواہش کے پیش نظر فوری طور پر ویزہ لگوانے کی انتہائی کوشش کے باوجود ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے لندن نہ پہنچ سکے۔ جس کا آپ کو سخت قلق رہا جس کا ذکر چوہدری صاحب نے بارہا کیا نماز جنازہ اور خلافت خامسہ کی پہلی بیعت میں شمولیت انتہائی دل گداز اور جذباتی ماحول میں کی اور احباب کی تسلی اور تشفی کا باعث بنے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ سے تعلق: حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی جانب سے مکرم محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کی منظوری بطور امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ آئی تو ربوہ جا کر حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلایا اور حضرت مرزا منصور احمد صاحب مرحوم کا ذکر نہایت ہی احترام کے ساتھ کیا پھر جب بھی مرکز سلسلہ میں گئے حضرت صاحبزادہ صاحب سے ضرور ملاقات کی۔ حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی یادوں کو دہرایا اور جماعتی، سیاسی، عمومی اور کاشتکاری کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کرتے اور کاشتکاری کے مفید مشورہ جات کا تبادلہ بھی کرتے اور ساتھ ساتھ شیخوپورہ تشریف لانے کی بھی عرض کرتے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کے خلافت پر متمکن ہونے کے موقع پر احباب جماعت ضلع شیخوپورہ کے ہمراہ خدمت اقدس میں بذریعہ خط اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلایا پھر ہر موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنی جماعتی مساعی سے آگاہ کرنا اپنا معمول بنالیا جس کی ایک جھلک پیش ہے۔

خلافت خامسہ کے پہلے جلسہ سالانہ لندن کے کامیاب انعقاد پر بھجوائے گئے خط کے جواب میں حضور انور نے تحریر فرمایا ''خلافت خامسہ کے پہلے جلسہ کی غیر معمولی کامیابی کے اختتام پذیر ہونے پر آپ کی طرف سے نیک تمناؤں اور دعاؤں والا دلی مبارکباد کا خط ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ جلسہ خدائی تائید و نصرت کا ثبوت ہے اور ان وعدوں کی تکمیل ہے جو اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے تھے۔ الحمدللہ ساری دنیا نے یہ روح پرور نظارے مشاہدہ کئے میری طرف سے سب کو محبت بھرا اسلام پہنچائیں اللہ حامی وناصر ہو۔ آمین۔ مکتوب از لندن 31-07-2003

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ افریقہ کی کامیاب مراجعت پر ارسال کردہ خط کے جواب میں حضور انور نے اپنے مکتوب 27-04-2004 میں تحریر فرمایا۔ آپ کی طرف سے افریقہ کا کامیاب دورہ پر پُر خلوص مبارکباد موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ اس دورہ کے کامیاب اور بابرکت نتائج پیدا فرمائے۔ اللہ آپ کو ہر قسم کی بھلائیاں اور خیرو

برکت عطا کرے اور آپ کی تمام نیک مرادیں پوری فرمائے۔ ہمیشہ صحت و عافیت سے رکھے۔ اللہ آپ کو مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہر لحہ حامی و ناصر ہو۔ آمین۔ مکتوب از لندن

مرحوم چوہدری صاحب نے اپنی رپورٹ کارگزاری دعوت الی اللہ حضور انور کی خدمت میں بذریعہ خط ارسال کی اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا آپ کی طرف میٹنگ برائے دعوت الی اللہ مورخہ 6 جون 2004ء کی رپورٹ موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور آپ کی دعوت الی اللہ کے بابرکت نتائج پیدا فرمائے۔ آپ کے زیر...... (دعوت) پر احمدیت کی صداقت ظاہر فرمائے دعائیں کرتے رہیں اللہ آپ کے ایمان اور اخلاص میں بے انتہاء برکت بخشے۔ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور آپ کو دین و دنیا کی بہترین برکات و حسنات کا وارث بنائے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فضل و رحم سے نوازتا رہے آمین۔ مکتوب از لندن 11-06-04

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ یورپ کی کامیاب مراجعت پر خط کے جواب میں حضور انور نے اپنے مکتوب 14/06/04 میں تحریر فرمایا۔ "احباب جماعت شیخوپورہ کی طرف سے یورپ کے کامیاب دورہ پر پُرخلوص مبارکباد موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ اس دورہ کے کامیاب اور بابرکت نتائج پیداءفرمائے اللہ آپ سب کو ہر قسم کی بھلائیاں اور خیر و برکت عطا کرے اور آپ کی تمام نیک مرادیں پوری فرمائے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فضل و رحم سے نوازتا رہے۔ آمین۔ مکتوب از لندن 11-06-04

خلافت کی محبت سے سرشار اور خدمت دین کے جذبہ کی جھلک خلفائے احمدیت کی طرف سے چندہ تحریک جدید اور وقف جدید میں نمایاں ادائیگی کرنے والوں کے نام سے ملتی ہے جو ان کی جماعتی مساعی میں بھرپور شرکت کی آئینہ دار ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چوہدری صاحب کو مجلس تحریک جدید، مرکزی منصوبہ بندی بورڈ، مرکزی مجلس صحت کا ممبر نامزد فرمایا تھا۔ جس کو چوہدری صاحب نے اپنی استعدادوں کے مطابق خوب نبھایا اور دربار خلافت سے آنے والے ہر حکم کو دل و جان سے قبول کیا اور تمام احباب جماعت کو اس پر استوار کرنے کی پوری سعی کی اور اس عمل کی نگرانی ذاتی طور پر کی تاکہ احباب جماعت کے دلوں میں خلافت کی محبت جاگزیں رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مکرم چوہدری انور حسین صاحب کی وفات پر فرمایا تھا۔ "چوہدری صاحب کی روح کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو بھی وہ خوبیاں عطا کرے جن خوبیوں کے وہ علمبردار رہے۔" اللہ تعالیٰ اس دعا کو چوہدری بشیر احمد صاحب مرحوم کے حق میں بھی قبول فرمائے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

”مہابھارت“......ایک تعارف

(مکرم عبد الشافی صاحب بھروانہ)

ہندوستان کا ملک اپنے اندر وسیع ادبی اور مذہبی روایات سموئے ہوئے ہے جو کہ تاریخ کے حوالے سے نہایت نامکمل اور الجھی ہوئی باتوں پر مشتمل ہے۔

ہندوستان کی معلوم تاریخ کے بارہ میں مختصر ذکر کرتا ہوں۔ ہندوستان کا قدیم ادب خالص مذہبی رنگ کا ہے جس کا بڑا حصہ ویدوں (ہندوؤں کی مذہبی کتب) پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ اثری ماخذ ہیں جن میں سکے، کتبے، عمارات وغیرہ مختلف نتائج مرتب کرنے میں ہمارے معاون ہوتے ہیں۔

ہندوستان کی سب سے قدیم تہذیبی نسل جو ہمیں ملتی ہے وہ دراوڑ ہے جو کہ ایک سنسکرت لفظ ہے۔ دراوڑ کی اصل مورخین کے لیے بھی ایک سوال ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ہندوستان کے قدیم ترین باشندوں کی اولاد تھے جبکہ بعض کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ لوگ مغربی ایشیا سے تعلق رکھتے تھے جو یہاں آ کر بس گئے۔

(تاریخ قدیم ہندوستان صفحہ 23)

آریہ جو کہ ہندوستان پر چھا گئے تھے ان کے بارہ میں معلومات کا بنیادی ماخذ وید ہیں۔ ان کی اصل کے بارہ میں قطعی کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن قیاس ہے کہ یہ لوگ ایران سے یہاں آئے۔ آریہ کا مطلب ہے عظیم، آزاد وغیرہ۔

(A History Of India P:24)

آریہ لوگ ہندوستان میں موجود دوسری نسلوں سے بہت عرصہ تک برسرپیکار رہے۔ ان لوگوں نے گنگا کے کنارے ایک شہر آباد کیا جس کا نام ”ہستناپور“ رکھا گیا اور اس سے ستاون میل جنوب مشرق کو دوسرا شہر اندر دیوتا کے نام پر ”اندر پرستھ“ رکھا گیا۔ اس شہر کو آج کل دہلی کہا جاتا ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں ہمیں ایک عظیم جنگ کا ذکر ملتا ہے جو ”مہابھارت“ کے نام سے جانی جاتی ہے۔ مہابھارت کے واقعات کو نظم کہا گیا یہ دنیا کی سب سے بڑی رزمیہ نظم ہے جو تقریباً ایک لاکھ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

ہستناپور پر ایک راجہ جو ذات کا کھتری تھا ”بھرت“ نامی حکومت کرتا تھا۔ اس کی آٹھویں نسل میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو بڑا ہو کر راجہ ”کور“ کے نام سے مشہور ہوا اس راجہ کور کی چھٹی نسل میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر بہت شہرت پائی اس کا نام راجہ چتر برج رکھا گیا۔ اس کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام ”دھرت راشٹر“ اور دوسرے کا نام ”پنڈا“ رکھا گیا۔

دھرت راشٹر بڑا لڑکا تھا اور سلطنت سنبھالنے کا حقدار تھا لیکن بدقسمتی سے وہ اندھا تھا۔ اس لئے یہ سلطنت چھوٹے لڑکے ’’پنڈا‘‘ یا ’’پانڈو‘‘ کے حصہ میں آئی۔ اس پانڈو کے پانچ بیٹے ہوئے جو ’’پانڈووں‘‘ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق یہ پانچوں دیوتاؤں کی اولاد تھے کیونکہ راجہ پنڈا ایک بددعا کے ڈر سے اپنی بیوی سے الگ رہتا تھا۔

دھرت راشٹر کے ایک سو ایک بیٹے ’’کوروؤں‘‘ کے تاریخی نام سے مشہور ہیں۔ انہی چچازاد بھائیوں میں یہ جنگ ہوئی۔

روایت کے مطابق پانڈو کی ناگہانی موت پر سلطنت کا انتظام دھرت راشٹر کے حصہ میں آیا۔ اس کو اپنے بھتیجے بدھشٹر جو کہ پانڈووں میں سب سے بڑا تھا سے بہت لگاؤ تھا چنانچہ اس نے اس کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ یہ بات اس کے اپنے بیٹے دریودھن کو تشویش میں ڈالنے کے لئے کافی تھی چنانچہ اس نے پانڈووں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ اسی کینہ کے باعث ایک بار اس نے پانڈووں کو زندہ جلوانے کی سازش کی جس میں پانڈو بچ نکلے اور گمنامی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اسی دوران یہ لوگ پانچال پہنچے جہاں کے بادشاہ نے اپنی بیٹی دروپدی یا پانچالی کے لئے سوئمبر رچایا۔ یہ سوئمبر ارجن نے جیت لیا اور دروپدی کو بیوی بنالیا۔ دروپدی پانچوں بھائیوں کی مشترک بیوی تھی اور ہر سال ایک بھائی کے ساتھ رہتا تھا۔

یہ بات دریودھن کو بھی معلوم ہوگئی اور پانڈووں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے ڈر سے اپنے چچازاد بھائیوں سے دوستی کا ہاتھ ملالیا لیکن درپردہ ایک اور سازش رچی اور پانڈووں کی دعوت کی جس میں دریودھن نے بدھشٹر کو پانسہ کھیلنے کی دعوت دی جو بدھشٹر کی کمزوری تھی۔ اس جوئے میں پانڈو اپنا سب کچھ ہار بیٹھے اور آخری بازی میں یہ شرط طے ہوئی کہ اگر بدھشٹر جیتا تو سب کچھ واپس حاصل کرلے گا لیکن اگر وہ ہارا تو آبادی چھوڑ کر جنگل میں چلے جائیں گے اور بارہ سال رہیں گے اس کے بعد ایک سال آبادی میں اس حال میں گزاریں گے کہ اگر انہیں پہچان لیا گیا تو وہ دوبارہ جنگل میں چلے جائیں گے۔ بدقسمتی سے پانڈو یہ بازی بھی ہار گئے اور شرط کے مطابق جلاوطن کردیئے گئے۔

جلاوطنی ختم ہونے کے بعد پانڈووں نے سری کرشن جو کہ کنتی (پانڈووں کی ماں) کے رشتہ دار تھے اور دوارکا کے بادشاہ تھے، کو بطور ایلچی دریودھن کے پاس حکومت کی واپسی کے مطالبہ کے ساتھ بھیجا لیکن دریودھن نے یہ رد کر دیا اور نتیجہ جنگ کی صورت میں آیا۔

سری کرشن نے ارجن اور دریودھن کو اختیار دیا کہ وہ ان میں اور ان کی تمام فوج میں سے ایک چیز چن لیں۔ دریودھن نے فوج اور ہتھیار جبکہ ارجن نے سری کرشن کو چنا۔ چنانچہ مہابھارت میں سری کرشن نے ارجن کے رتھ بانی کی حیثیت سے شرکت کی۔

اس جنگ کا نتیجہ کوروؤں کی تباہی کی صورت میں نکلا۔ اسی جنگ میں ایک موقع پر ارجن اپنے مقابل پر اپنے ہی رشتہ داروں کو دیکھ کر دلبر داشتہ ہو گیا جس پر سری کرشن نے اسے سمجھایا۔ یہ سارا وعظ آج ''بھگوت گیتا'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جنگ کے بعد بدھشٹر کچھ عرصہ حکمرانی کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو گیا اور اپنے خاندان میں سب سے لمبی عمر پائی۔

مہابھارت کی اصل کہانی تاریخی حقائق پر مشتمل ہے ہتسنا پور اور اندر پرستھ اصلی شہر تھے اگرچہ زمانہ کی دست برد سے تباہ ہو گئے لیکن ان کے نام آج بھی باقی ہیں۔ ہتسنا پور میرٹھ کے ضلع میں دریائے گنگا پر اور اندر پرستھ نئی دلی کے قریب دریائے جمنا پر دو چھوٹے چھوٹے گاؤں کی صورت میں آج بھی موجود ہیں۔

(تاریخ قدیم ہندوستان صفحہ 67)

مہابھارت کی روایتی تاریخ 3102 قبل مسیح ملتی ہے جو کہ زیادہ قابل قبول نہیں۔ ایک اور روایت میں یہ تاریخ 1000 قبل مسیح کی بھی ہے۔

ہندو لٹریچر میں مہابھارت کو کافی اہم مقام حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دیوتاؤں کے سامنے چاروں ویدوں کو ایک پلڑے میں اور مہابھارت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ مہابھارت کا پلڑا بھاری ہے۔

ہندوؤں کا نظریہ یہ ہے کہ جو کوئی اس کتاب کا ایک حصہ بھی پڑھ لے تو اس کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔

مہابھارت کا ہر کردار کسی نہ کسی خصلت کی نمائندگی کرتا نظر آتا ہے جس سے ہندو راہنمائی لیتے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب آسمان پر تالیف ہوئی اور اس کو انسانی ضابطہ حیات کے طور پر زمین پر بھیجا گیا۔

(Mahabharta a critical study p. 8)

بقیہ از صفحہ 40: مکرم بشیر احمد زاہد، مکرم پروفیسر مبشر احمد فرخ (حیدرآباد شہر) مکرم مرزا محمود احمد ناز (بشیرآباد، ضلع حیدرآباد) مکرم ڈاکٹر محمد سلیم، مکرم یوسف علی خاور (327/HR ضلع بہاولنگر) مکرم خالد محمود باجوہ (ہارون آباد، ضلع بہاولنگر) مکرم محمد اشرف تارڑ (کولو تارڑ، ضلع حافظ آباد) مکرم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید (حافظ آباد شہر) مکرم منور احمد ناصر، مکرم ڈاکٹر محمد اکرام (گوجرانوالہ شہر) مکرم ماسٹر محمد اشرف جٹھہ (چک جٹھہ، ضلع گوجرانوالہ) مکرم بشارت احمد (نواب شاہ شہر) مکرم خلیل احمد گوندل، مکرم نسیم احمد وسیم (میرپور خاص) مکرم عبدالمجید زاہد (کنری، ضلع میرپور خاص) مکرم خلیل احمد (ڈیرہ خلیل، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم مبشر احمد چوہان (کھاریاں، گجرات) مکرم چوہدری منصور احمد (دھلیسر الوالہ، گجرات) مکرم جلال الدین شاد، مکرم محمد آصف کھسن (سیالکوٹ شہر) مکرم عبدالرحمٰن (نیکاپورہ، ضلع سیالکوٹ) مکرم سلطان محمود ملک، مکرم نعیم اسلم ملک (دوالمیال چکوال) مکرم اقبال احمد اختر، مکرم چوہدری ناصر احمد (پتوکی، قصور) مکرم رفعت احمد، مکرم منصور احمد خان (جناح ٹاؤن کوئٹہ) مکرم سید خلیل احمد پیرزادہ (کوٹلی، ضلع گجرات) مکرم نصیر احمد گوندل (ککو کی، ضلع بدین) مکرم ملک ریاض احمد رضا (گولارچی، ضلع بدین) مکرم حفیظ الرحمٰن منصور سنوری (چنیوٹ، ضلع جھنگ)

بے تکلف مہمان نوازی

وادئ سندھ کی ایک خاص روایت

(ابن کریم)

مہمان نوازی کسی نہ کسی پہلو سے ساری دنیا ہی میں رائج ہے ہمارے دین نے تو اس کو اتنی اہمیت دی ہے کہ تین دن کی مہمان نوازی میزبان کے ذمہ ہی ٹھہرا دی۔ یہاں تک فرمایا کہ تم کسی دوسرے علاقے میں جاؤ تو وہاں کے مقامی لوگوں کے ذمہ تین دن کی مہمان نوازی واجب بلکہ فرض ہے۔ صرف مہمان نوازی نہیں مہمان کا ہر پہلو سے احترام بھی قائم فرمایا گیا ہے۔ بڑا ہی معروف واقعہ ہے کہ ایک کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ٹھہرا زیادہ کھانے کی وجہ سے رات بستر پر ہی بول براز کر دیا صبح منہ اندھیرے ہی وہاں سے نکل گیا اور اپنا ہتھیار وہیں بھول گیا واپس آنے پر کیا دیکھتا ہے کہ سرورِ عالمؐ اپنے ہاتھوں سے بستر دھو رہے ہیں صحابہ مصر ہیں کہ یہ کام ہمیں کرنے دیں۔ فرمایا: نہیں یہ میرا مہمان تھا اور میرا ہی فرض ٹھہرتا ہے کہ میں یہ کام خود اپنے ہاتھوں سے کروں۔ اس سے بڑھ کر اور مہمان کی کیا خدمت اور تکریم ہو سکتی ہے اور جب اس کافر نے یہ منظر دیکھا تو بے اختیار کلمہ پڑھ کر ایمان لے آیا۔ اس میں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس مہمان نے جب یہ منظر خود دیکھا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو کسی نے طعن نہیں کیا اور نہ ہی برا بھلا کہا بلکہ حضورؐ اور آپ کے صحابہ نے اسے کچھ بھی تو نہ کہا جو ان تمام اخلاق کو دیکھ کر عشاقِ رسولؐ میں شامل ہو گیا۔

مہمان نوازی کے سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اس نمونہ کو بھی ہمیشہ سامنے رکھنا اور یاد رکھنا از بس ضروری ہے۔ کسی خادمہ یا کسی خادم سے کسی مہمان کی دلآزاری ہوئی یا اُس کو کوئی تکلیف پہنچی تو فرمایا میرے چاروں بچے میرے سامنے مارے جاتے تو مجھے دکھ نہ ہوتا جتنا دکھ مہمانوں کو تکلیف پہنچانے کی وجہ سے مجھے ہوا ہے۔

کسی خدا کے مامور کے منہ سے کسی مبالغہ آمیزی کا تو تصور نہیں ہو سکتا۔ اتنی بڑی بات کے کہنے سے مہمان کی دلجوئی احترام اور خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھنے کی طرف جس انداز سے روشنی پڑتی ہے وہ ظاہر باہر ہے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ عموماً ہمارے ہاں مہمان نوازی کی روایات خواہ پنجاب ہو سرحد ہو بلوچستان ہو یا سندھ ہو زندہ ہیں۔ مگر سندھ کے جو مشاہدات میرے سامنے آئے ہیں اور جن کی وجہ سے اہل سندھ کی مہمان نوازی کی ایک دھاک بیٹھی ہوئی ہے وہ دراصل ان کی بے تکلفی جس بات کی نشان دہی خدا تعالیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ سے ان الفاظ میں فرما رہا ہو کہ ''میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' قرآن کریم میں (سورہ ص آیت نمبر ۸۷) اگر اس انداز کو اپنا لیا جائے تو برکت اور خیر کیسے نازل نہ ہو گی۔ مجھے تقریباً سندھ میں بھی علاقوں میں الا ماشاء اللہ جانے کا موقع ملا

ہے شہری دیہاتی اور قصبات یا چھوٹی بڑی کوٹھیں ہوں وہاں میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بے تکلفانہ مہمان نوازی ہے۔ بے تکلفانہ سے میری مراد یہ ہے کہ اگر آپ بغیر اطلاع کے گئے ہیں تو جو میسر ہے وہ سامنے بغیر کسی حجاب کے پیش کر دیا جائے گا۔ یہ بات ہمارے ہاں کم ازکم جہاں تک میرا مشاہدہ ہے نہیں ہے۔ خود ہمارے گھروں میں بھی وقت بے وقت کے مہمان کی آمد پر ایک قسم کا ہنگامہ سا کھڑا کر لیا جاتا ہے یعنی ایک مہمان کی آمد عین کھانے کے وقت ہوئی اور دوسرا پہلو یہ کہ تکلفات کی خاطر بھاگ دوڑ شروع کر دی جاتی ہے جس میں خاصا وقت بھی لگتا ہے اور الٹا مہمان کو بھی زحمت ہوتی ہے اور کھانا صحیح وقت کی بجائے دو تین گھنٹے لیٹ ملتا ہے۔

اب دیکھئے سندھ کی روایت جو ان تکلفات سے آزاد ہے۔ مجھے یہ بات کرتے ہوئے ایک عجیب سی لذت آتی ہے میں نے مختلف جگہوں پر ایک اچھی روایت عجیب قسم کی دلی راحت محسوس کرتے ہوئے دیکھی ہے مجھے معین طور پر یاد ہے میں ایک علاقے سے دن بھر کے معمولات بجالا کر ایک بارہ سو ایکڑ کے مالک معروف زمیندار اور مخلص احمدی کے ہاں رات کو عشاء کے بعد پہنچا۔ ان کے ایک بیٹے باہر تشریف لائے۔ پانی وغیرہ پلا کر انہوں نے مانی بانی وغیرہ پوچھا یعنی کھانے کا بتائیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو یقین جانیں چند لمحوں میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں وہ دو گرم گرم روٹیاں اور ساتھ دودھ کا گلاس لے کر آئے میں نے ابھی بمشکل ہاتھ منہ ہی دھویا ہوگا کہ میرا کھانا پہنچ گیا تھا۔ اب چلتے چلتے یہ واقعہ بھی تحریر کرتے ہوئے میں خود بھی عجیب قسم کی لذت محسوس کر رہا ہوں وہ یہ کہ ایک دفعہ میں خود اس ضلعی میٹنگ میں شامل تھا مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب کے ہاں سارا ضلع مدعو تھا اور مرکز سے ناظم صاحب وقف جدید تشریف لائے ہوئے تھے۔ مکرم چوہدری صاحب کا گھرانہ مہمان نوازی میں ایک خاص مقام رکھتا ہے مگر چونکہ باغ بھی ڈیرے کے ساتھ ہی ہے آپ نے دوپہر کے کھانے میں سادہ چاول پکوائے اور مہمانوں کے سامنے آموں کی وافر مقدار رکھوا دی سبھی نے خوب مزے سے کھانا کھایا۔ جبکہ یہ بے تکلفی ہمارے ہاں عموماً مفقود ہے۔

اگر ہمارے ہاں اس طرح عشاء کے بعد مہمان آجائے تو سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ گوشت پکا ہوا ہے کہ نہیں اگر نہیں پکا ہوا تو فریج میں سے نکال کر اسے پانی میں رکھا جاتا ہے یا بازار دوڑ کر سالن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی خالی خولی بات نہیں کر رہا ہوں یہ میری روزمرہ دیکھی ہوئی بات ہے اور دلچسپ لطیفہ اس پہ مستزاد یہ بھی بیان کیے دیتا ہوں کہ میں ایک دفعہ پنجاب کے ایک معروف گاؤں میں جلسے پر گیا بعد از مغرب وعشاء جلسہ کیا تقریر کی کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا پروگرام ہو گا۔ بعد میں میرے ایک جامعہ فیلو دوست وہاں مل گئے انہوں نے باصرار کہا کہ کھانا آپ ہمارے ہاں کھائیں گے میں نے کہا جو نظام جماعت نے انتظام کیا ہے وہی مناسب ہے مگر انہوں نے کہا میں نے صدر صاحب کو منا لیا ہے سو وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اب وہاں چونکہ دیسی مرغ تیار ہو رہا تھا اور اُس کو تیار ہوتے بھی خاصا وقت درکار ہوتا ہے مختصر یہ کہ کھانے کے انتظار میں صبح

کا تھکا ماندہ مسافر ایک دو دفعہ نیند کے جھکولے لے چکا تھا اور کھانا رات کا بہت سا حصہ گزر چکنے کے بعد آیا تھا۔ اب ان دونوں واقعات سے میرے اس مؤقف کی وضاحت ہو چکی ہوگی جس کا اظہار میں نے آغاز میں کیا تھا یعنی بے تکلفانہ انداز ہوگا تو وہی والی بات ہوگی۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلف سراسر
ہیں لوگ وہی اچھے جو تکلف نہیں کرتے

اگر بے تکلفی ہوگی تو نہ مہمان کو زحمت ہوگی اور نہ میزبان خواہ مخواہ کی تکلیف میں پڑے گا جس طرح میں نے سندھ کی بے تکلفانہ مہمان نوازی کا ذکر کیا ہے۔ وہ دو طرفہ ہے نہ مہمان کو حجاب ہوتا ہے اور نہ ہی میزبان کو۔ دونوں ہی سہولت میں بھی رہتے ہیں اور بخوشی یہ فرائض بھی ادا کرتے نظر آتے ہیں اب آیئے آپ کو ایک اور دلچسپ واقعہ سناتا ہوں جس سے سندھ کی مہمان نوازی پر ایک نئے زاویہ نگاہ سے روشنی پڑتی ہے۔

خاکسار چوہدری مقصود احمد صاحب سابق امیر ضلع سانگھڑ جو ویسے بھی وہاں کے معروف زمینداروں میں شمار ہوتے ہیں کے ساتھ دعوت الی اللہ کے لئے کئی مختلف دیہاتوں میں گیا ہوا تھا۔ مکرم چوہدری صاحب کی گاڑی میں چلا رہا تھا میں چونکہ گاڑی کی ابتدائی چیزوں سے بھی ناواقف ہوں اس لئے کسی معمولی فالٹ کو بھی سمجھ نہیں سکتا تھا گاڑی راستے میں بند ہو گئی۔ ہزار کوشش کے باوجود وہ مجھ سے نہ چلی۔ وہ لطیفہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا ایک دیہاتی بے چارہ لاہور دیکھنے گیا ابھی اسٹیشن پر اترتے ہی اس نے پانی پینے کے لئے ٹونٹی کھولی وہ پچدار تھی اس بے چارے سے بند نہ ہوئی وہ اسی گاڑی پر جس پر گاؤں سے آیا فوری واپسی کی ٹکٹ لے کر بیٹھ گیا اور اس نے ڈرتے ڈرتے اور سہمے سہمے سفر کیا۔ گاؤں والوں نے کہا یار ابھی تو تم لاہور گئے تھے اور اتنی جلدی واپس بھی آگئے سناؤ لاہور دیکھا اور لاہور کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا لاہور کا نہ پوچھیں لاہور یا ڈوب گیا ہے یا ڈوبنے والا ہے کیونکہ پانی کی ٹونٹی میں کھول تو آیا ہوں مگر مجھ سے بند نہیں ہوئی۔

تو کچھ اس قسم کی ڈرائیونگ یا گاڑی کے پرزوں سے ہماری واقفیت تھی۔ بہر حال بات میں یہ بیان کر رہا تھا کہ وہ گاڑی ایک نہر کی پٹڑی پر بند ہوگئی اور مجھ سے چلنی تھی اور نہ چلی مکرم چوہدری صاحب نے فرمایا چلیں ساتھ والی کوٹھ میں چلتے ہیں وہاں سے فرلانگ کے قریب کوٹھ ہوگی ہم ایک بہت بڑے زمیندار جن کی زمین غالباً سینکڑوں ایکڑ پر مشتمل تھی ان کا بہت اعلیٰ ڈیرہ بنا ہوا تھا۔ یہ ساری کیفیت میں نے عمداً لکھی ہے وہ اس لیے کہ اتنے بڑے زمیندار کے ڈیرے پر ہم بغیر اطلاع کے پہنچے تھے۔

ملازم نے سب سے پہلے سادہ پانی پیش کیا یہ بھی سندھ کلچر کی ایک خاص نشانی ہے مہمان ابھی پورے طور پر بیٹھا بھی نہیں اور ابھی اس نے دامن سنبھالا بھی نہیں میر کا ڈیرہ جسے وہ لوگ اوطاق بولتے ہیں یا غریب کا چھپر کھٹا سب سے پہلے پانی پیش کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں لیموں ڈھونڈتے یا اسکوائش کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں یہ نہیں کہ وہاں شربت یا اسکوائش

یا لیموں کا رواج نہیں سب کچھ پیش کرتے ہیں مگر مہمان کے بیٹھتے ہی سب سے پہلے سادہ پانی فوری پیش کیا جاتا ہے۔

تو اس سادہ سی روایت کو بھی اپنانا چاہیے۔ آج سے تقریباً 26 سال پرانی بات یاد آ گئی جبکہ میں نے ابھی میٹرک کا امتحان دیا تھا چونکہ جامعہ جانا تھا رزلٹ کا انتظار تھا میں نے جا کر مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت کی خدمت میں حاضری دینا شروع کر دی جو بھی خدمت ہوتی بجا لاتا۔ اور صحبتِ صالحین تو تھی ہی بہر حال میں نے ان دنوں دیکھا آنے والے مہمان کو آپ اپنے ہاتھوں فوری طور پر پانی کا گلاس ضرور پیش کرتے۔ یہ عجیب دلربا انداز تھا کہ اس کی لذت ابھی بھی محسوس ہوتی ہے۔

بہر حال بات میں اس اوطاق کی کر رہا تھا ملازم نے پانی پیش کیا مکرم چوہدری صاحب نے نہایت بے تکلفی سے (اور یہ بے تکلفی صرف سندھ ہی میں ہے کیونکہ میزبان اور مہمان دونوں ان روایات کو جانتے ہیں کہ فوری طور پر تکلف کی طرف نہیں دوڑا جائے گا) کہا اداماٹی بائی آ ہے۔ یعنی کھانا وغیرہ ہے۔ ملازم نے جواب دیا سائیں آ ؤ ایندو بابا یعنی میں ابھی لے کر آ رہا ہوں۔

بمشکل چار یا پانچ منٹ لگے ہوں گے ملازم اندر سے صبح کی، چپڑی ہوئی روٹیاں ساتھ اچار لے کر حاضر ہو گیا۔ ہم نے فوری طور پر کھانا کھایا اور گاڑی ٹھیک کروا کر اگلے سفر کی راہ لی۔ اب قارئین مجھے بتائیں یہ انداز ہمارے ہاں ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ ہم نے وہ کرگزرنا ہوتا ہے کہ جو بے وقت کی تکلیف کے زمرے میں آتا ہے۔ ہاں اگر مہمان ٹھہرا ہو اور بتا کر آیا ہو تو خاص اہتمامات میں بھی سندھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں مگر میں حالات کے مطابق اور وقت کی مناسبت کی بات کر رہا ہوں۔ اب دیکھ لیں کتنا بڑا زمیندار اور پھر مہمان کی صورتحال کی وجہ سے جو میسر تھا۔ پیش کر دیا۔ کبھی آپ ذہن میں یہ واقعہ لائیں تو کیا ہمارے ہاں اس طرح اچار کے ساتھ روٹی پیش کی جا سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

اور بھی بعض ایسے مشاہدات ہیں جو فطرت کے اتنے قریب ہیں کہ ان کا تصور ذہن میں آتے ہی اک عجیب قسم کی لذت کا احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اب میں بات کو مزید آگے بڑھاتا ہوں مورو ایک معروف علاقہ ہے میں بمع اپنے وفد کے گزر رہا تھا ہمارے ساتھی داعیان الی اللہ کو وہاں کے غیر از جماعت نے پہچان لیا اور سلام دعا کے بعد چائے کی دعوت کیا دی فوری طور پر اپنے ساتھی کو بھجوا کر منگوا بھی لی اب بظاہر یہ عام سا واقعہ ہے آپ بھی سوچ رہے ہوں گے اس میں کون سی ایسی بات ہے کہ جو اس کو مضمون میں بیان کیا گیا جب بات آگے بڑھے گی تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ اس میں کتنی دلچسپ بات پائی جاتی ہے پانچ چھ افراد ہم تھے اور تقریباً اتنے ہی دوست اُن کے ساتھ تھے۔ اب معلوم ہوتا ہے بازار سے گزرتے ہوئے اس کے پاس رقم بھی پوری سی تھی بہر حال اس کی سادگی کا دلربا انداز ملاحظہ کریں۔ اس نے ہم مہمانوں کو چائے والے کپ پکڑائے اور خود اس کے ساتھیوں نے پرچ میں ایک ایک گھونٹ اسی چائے میں سے ڈال کر پی لیا۔ میزبان

کا ساتھ بھی ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی بھگتا لیا اور جو میسر تھا اسی کے اندر رہتے ہوئے وقت پورا کر لیا۔ اس واقعے کو گزرے ہوئے بھی تیرہ چودہ سال ہو گئے ہیں مگر یہ اپنی سادگی اور لطافت کی وجہ سے آج بھی آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو عجیب قسم کی لذت آتی ہے کہ بیان سے باہر۔

میں نے دیکھا ہے کہ وہاں اکثر چائے ماکولات کے بغیر پیش کی جاتی ہے ادھر چائے بنی یا بنوائی ادھر مہمان کے پاس آ گئی میں اکثر یہاں دوستوں اور خاص طور پر اپنے شاگردوں کے ہاں جب بھی جاتا ہوں تو اسی رواج کو اپنانے کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ بھئی جتنا اس معاملے میں ہلکے پھلکے ہوں گے اتنا ہی مہمان نوازی کی خصوصیات اجاگر ہوں گی۔

مجھے یہ بات بیان کرتے ہوئے ابا مرحوم یاد آ گئے ان معاملات میں نہایت بے تکلفی برتتے تھے کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں تھی۔ ایک دفعہ میرا کوئی دوست آیا گھر میں کچھ بھی نہ تھا میرے ابا کہنے لگے بیٹا اس کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے اس کو تھوڑی سی چینی ہی کھلا دو۔

میرے ایک کلاس فیلو آج بھی بڑے مزے سے مجھے یاد کروا کر اس واقعہ کو بیان کر کے ہنستے ہیں ان کے چہرے سے صاف لگ رہا ہوتا ہے کہ ان کی ہنسی کسی تمسخر کی نہیں بلکہ محبت کی ہوتی ہے کہ ایک دفعہ میں تمہارے ہاں آیا کھانے کا وقت تھا تم نے کہا سالن تو میسر نہیں مگر آپ کو کھانا کھلائے بغیر بھی نہیں جانے دینا چنانچہ گرم گرم روٹی کے ساتھ گڑ رکھ دیا اور وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تو وہ کھانا نہیں بھولتا اور خود مجھے بھی اس بے تکلفانہ بات کو بیان کرتے ہوئے کوئی حجاب محسوس نہیں ہوتا۔

اب آخر پر ایک سندھی خاتون کی مہمان نوازی کا واقعہ بھی نذر قارئین کرتا ہوں۔ سندھ سے آئے ہوئے دوست احباب اس پرانے تعلق کی بناء پر جب بھی یہاں وفود وغیرہ لے کر آتے ہیں تو یہ ان کی محبت ہے کہ عموماً مجھے مل کر جاتے ہیں اور جب ان کے ساتھ معززین غیر از جماعت ہوتے ہیں تو میں سندھ کی مہمان نوازی کی تعریف کیے بغیر نہیں رہتا گذشتہ دنوں ایک معلم صاحب کے ساتھ بعض معززین بھی تشریف لائے اور ان کے سامنے بھی میں نے ان محبتوں اور بے تکلفانہ انداز کا ذکر کیا تو وہ یقینی بات ہے اس سے خوش ہوئے اور میں سمجھتا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وہ فرمان کہ دعوت الی اللہ میں مثبت پہلو اجاگر کرنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور میں بات کر رہا تھا مکرم معلم صاحب کی انہوں نے بتایا کہ ان دنوں جبکہ میں تھر کے بعض علاقوں میں جہاں عام طور پر طرز زندگی خاصا مشکل ہے اپنے فرائض ادا کر رہا تھا ایک دفعہ دوپہر کے وقت ہمارے ہمسائے جو کہ ہندو تھے کا دروازہ کھٹکا۔ اور کوئی بیس پچیس افراد تھے خاتون نے کھانے کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے کھانا کھانا ہے میں بھی یہ آوازیں سن کر باہر نکلا۔ تو اس خاتون سے میں نے کہا کہ ان کے لئے روٹی کا بندوبست میں کرتا ہوں اس خاتون نے کہا نہیں ڈاکٹر نہیں (وہاں معلمین کو ادویات وغیرہ اور علاج معالجہ کی وجہ سے ڈاکٹر کہتے ہیں) ان لوگوں نے میرا دروازہ پہلے کھٹکھٹایا ہے لہذا ان کے کھانے کا انتظام میں کروں گی آپ نہیں کریں

گے۔ چنانچہ اس عورت نے آگ جلائی اور دال چڑھادی اور چکی پر بیٹھ کر باجرے کو اپنے ہاتھ سے پیسا اور گوندھ کر دوبارہ مجھے آواز دی کہ ان مہمانوں سے پوچھ لیں میرے ہاتھ کی روٹی کھالیں گے کیونکہ ان مہمانوں میں بعض ''مومن'' بھی ہیں اور میں چونکہ ہندو ہوں اس لیے ان سے پوچھ لیں اگر تو مان جاتے ہیں تو ٹھیک ہے نہیں تو آپ ان کو روٹی پکادیں۔ مہمانوں نے کہا نہیں نہیں ہم کھالیں گے۔

معلم مبشر صاحب نے رندھی ہوئی آواز میں بھری مجلس میں یہ واقعہ سنایا اور اس سندھی خاتون کی مہمان نوازی اور دلیر انداز کو اس طرح بیان کیا کہ سندھی مہمانوں کے سینے فخر سے تن گئے بہر حال معلم صاحب نے بتایا کہ اس بہادر خاتون نے بیس پچیس مہمانوں کو قریباً ایک گھنٹے میں تازہ ترین روٹی گرم گرم دال کے ساتھ پیش کردی اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آٹا میسر نہ ہونے کے باوجود یہ سب کچھ ہوا اپنے ہاتھ سے باجرے کو پیسا اور دوسری طرف دال پکنے کے لیے رکھ دی اس طرح اپنی اس اعلیٰ روایت کو نبھایا کہ میں آج بھی جب سوچتا ہوں تو احترام سے آنکھیں جھک جاتی ہیں اور میں ان اقدار کو سلام کرتا ہوں جو مہمان نوازی کی اعلیٰ روایات اس دور میں بھی سندھی کلچر کا حصہ ہیں۔ اور جب میں یہ واقعہ سندھیوں کے سامنے پیش کرتا ہوں تو اکثر ان کے سر فخر سے اونچے ہو جاتے ہیں سندھی کلچر کا ایک اور بے تکلفانہ انداز جس کے بیان سے بھی قلم رک نہیں رہا وہ یہ کہ ایک دفعہ ہندوؤں کی گوٹھ میں بہت دیر ہوئی رات گئے تک آنے والے اوتار جس کے متعلق ہندوؤں ہی کی کتب میں یہ پیشگوئیاں موجود ہیں کہ جب وہ آگئے تو لوہا چلے گا اور جب لوہا چلے گا تو دھرتی ہلے گی۔ اب دیکھ لیں کس شان سے ٹرین کی شکل میں پیشگوئی پوری ہو رہی ہے لوہا جب لوہے پر چلتا ہے تو دھرتی کس طرح کانپ رہی ہوتی ہے۔ بہر حال ایسی پیشگوئیوں کے تذکرے ہوتے رہے باتوں باتوں میں رات خاصی بیت گئی تھی۔ بہر حال وہ غریب گوٹھ والے مہمان نوازی کی صفت سے متصف تھے ہم نے بصد اصرار کھانے سے منع کیا مگر انہوں نے ہمیں کھانا کھلا کے ہی رخصت کیا۔ اب سُنیے کھانا کیا تھا۔ غالباً مٹی کے توے کے اوپر پکی ہوئی لذیذ روٹی اور سالن کے لیے انہوں نے صرف ٹماٹر پیاز میں بھون کر پیش کر دیئے آپ حیران ہوں گے کہ اس بظاہر نہایت سادے سے کھانے سے سبھی نے بہت لطف اٹھایا۔ اور کھانے میں تھا کیا صرف پیاز اور ٹماٹر۔ اب اس واقعے سے بھی سندھی کلچر کی بے تکلفانہ مہمان نوازی پر روشنی پڑتی ہے۔

اب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی سیرت کا ایک واقعہ احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس واقعہ سے میرا استدلال یہ ہے کہ آپ کے نمونے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو بھی موجود ہو مہمان کو پیش کر دینا چاہیے ہاں بعد میں کوئی اور چیز میسر آجائے تو اسے بھی پیش کرتے ہوئے کوئی حجاب محسوس نہ کیا جائے۔

ایک رفیق نے رندھی ہوئی آواز میں یہ روایت محفوظ کروائی ہے کہ میں ایک دفعہ قادیان گیا آپ نے حتی المقدور مہمان نوازی کی۔ آدھی رات کے وقت میرے دروازے کی کنڈی کھٹکتی ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت اقدسؑ نے ایک ہاتھ میں لالٹین پکڑی ہوئی ہے اور دوسرے ہاتھ میں دودھ کا گلاس۔ اور فرمایا ابھی کہیں سے آیا تھا میں نے سوچا آپ کو ابھی پیش کر دوں۔

کتاب ''سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ''

تبصرہ اور چند تسامحات پر ایک نظر

(آخری قسط)

تحریر: مکرم عاصم جمالی صاحب

نمبر 11 سے قبل شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ

''ولیوں پر وحی کے نزول کا ذکر مرزا صاحب نے یقیناً اس وجہ سے کیا ہے کہ **برکات الدعا** کے آخر میں انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ان پر وحی آتی ہے۔'' (سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 170)

اوّل تو یہ کہ شاہ صاحب نے جو اقتباس اس کے بعد درج کیا ہے وہ آخر پر نہیں بلکہ صفحہ نمبر 22 پر ہے۔ جبکہ کتاب زیر نظر کے 40 صفحات ہیں۔ اس لئے کئی جگہ اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ شاہ صاحب نے یہ حوالے کسی سے نکلوائے ہیں اور خود کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔

دوم اگر **حضرت مرزا صاحبؑ** پر وحی نازل ہوتی ہے تو شاہ صاحب کو اعتراض کیا ہے؟

سوم **حضرت مرزا صاحبؑ** نے وحی کا ذکر تفسیر قرآن کے ساتویں معیار کے تحت کیا ہے نہ کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر قرآن کے اس معیار کے تحت آپ بیان فرماتے ہیں:

''**ساتواں معیار** وحی ولایت اور مکاشفاتِ محدثین (اس صفحے کے فٹ نوٹ میں وحی سے متعلق وضاحت اور سرسید پر تنقید ہے۔ راقم الحروف) اور یہ معیار گویا تمام معیاروں پر حاوی ہے کیونکہ صاحبِ وحی محدثیت اپنے نبی متبوع کا پورا ہمرنگ ہوتا ہے اور بغیر نبوت اور تجدید احکام کے وہ سب باتیں اس کو دی جاتی ہیں اور اس پر یقینی طور پر سچی تعلیم ظاہر کی جاتی ہے...... اس کا بیان محض اٹکلیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ دیکھ کر کہتا ہے اور سن کر بولتا ہے......''

(**برکات الدعا**، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 19-20)

12۔ زیادہ تر شاہ صاحب نے خواہ کسی ذریعے سے **برکات الدعا** کے ٹکڑے حاصل کئے ہوں۔ ادھورے ہیں یا سیاق وسباق سے کاٹے ہوئے ہیں۔ اس طرح کا ایک اقتباس بغیر کسی اعتراض کے اس فقرہ کو ٹانک کے پیش کیا ہے:

''ایک جگہ وہ (یعنی **حضرت مرزا صاحبؑ**) انبیاء کرام کی وراثت پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔''

(سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 170)

جو اقتباس شاہ صاحب نے درج کیا ہے اُس میں بتائی گئی بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ جب تک اس سے پہلے کے فقرات کا اندراج نہ کیا جاوے اور وہ یہ ہیں۔

''...... (دین حق) کے زندہ اور ثبوت اور نبوت کی یقینی حقیقت جو ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں منکرین وحی کو ساکت کر کے اُس حالت میں قائم رہ سکتی ہے کہ سلسلہ وحی برنگ محدثیت ہمیشہ کے لئے جاری رہے۔ سو اُس نے ایسا ہی کیا۔ محدث وہ لوگ ہیں جو مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں اور اُن کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے اور وہ خواص عجیبہ نبوت کے لئے بطور آیات باقیہ کے ہوتے ہیں تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور قصہ کے نہ ہو جائے۔'' (برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 23-24)

اس کے بعد جو اقتباس بلا تبصرہ شاہ صاحب نے نقل کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

''اور یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دُنیا سے بے وارث ہی گذر گئے اور اب اُن کی نسبت کچھ ظاہر کرنا بجز قصہ خوانی کے اور کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک صدی میں ضرورت کے وقت اُن کے وارث پیدا ہوتے رہے ہیں ...... خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خدا تعالیٰ کی خاص تائید کے نکل نہیں سکتی تھیں وہ...... نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے۔'' (ایضاً صفحہ 24)

اقتباس مذکورہ کے تسلسل میں جو فقرہ نفس مضمون کو بیان کرتا تھا اُسے شاہ صاحب نے چھوڑ دیا ہے۔ جسے ذیل میں بمع مزید فقرات کے دیا جا رہا ہے تا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی بیان کردہ بات مکمل طور پر سامنے آ جائے۔

''اور (دین حق) کی عظمت اور حقیقت تازہ نشانوں سے ثابت کی جائے۔ سو یہی ہو رہا ہے قرآن کریم کے معارف ظاہر ہو رہے ہیں اور لطائف اور دقائق کلام ربانی کے کھل رہے ہیں۔ حسنوں اور نوروں اور برکتوں کا خدا تعالیٰ نئے سرے سے جلوہ دکھلا رہا ہے جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہیں دیکھے اور جس میں سچا جوش ہے وہ طلب کرے اور جس میں ایک ذرہ حب اللہ اور رسول کریم کی ہے وہ اُٹھے اور آزمائے اور خدا تعالیٰ کی اس پسندیدہ جماعت میں داخل ہووے جس کی بنیادی اینٹ اُس نے اپنے پاک ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اب وحی ولایت کی راہ مسدود ہے اور نشان ظاہر نہیں ہو سکتے اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں یہ ہلاکت کی راہ ہے نہ سلامتی کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل کو ردّ مت کرو اُٹھو! آزماؤ اور پرکھو۔ پھر اگر یہ پاؤ کہ معمولی سمجھ اور معمولی عقل اور معمولی باتوں کا انسان ہے تو قبول نہ کرو لیکن اگر کرشمۂ قدرت دیکھو اور اُس ہاتھ کی چمک پاؤ جو مدیر ان حق اور مکلمان الٰہی میں ظاہر ہوتا رہا ہے تو قبول کر لو......'' (ایضاً صفحہ 24)

نمبر 13۔ اس نمبر کے تحت جو اقتباس شاہ صاحب نے بلا تبصرہ درج کیا ہے۔ وہ سیاق و سباق میں دیکھے جانے کا

طلبگار ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے شاہ صاحب نے جو اقتباس دیا ہے اُس سے پہلے کا لفظ کیونکہ'' ہے جو سیاق و سباق میں دیکھے جانے سے ہی اپنی اصلیت ظاہر کر سکے گا۔ سو قارئین کرام کی سہولت کے لئے اور درج کردہ حوالہ نمبر 118 کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور لفظ ''کیونکہ'' کا اضافہ ہم شاہ صاحب کے درج کردہ اقتباس کو بمطابق اصل کرنے کے ساتھ درج کئے دیتے ہیں۔..........

''کیونکہ یہ عاجز قریباً گیارہ برس سے شرف مکالمہ سے مشرف ہے اور اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ وحی درحقیقت آسمان سے ہی نازل ہوتی ہے کہ وحی کی مثال اگر دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کے ساتھ دی جائے تو شاید کسی قدر تار برقی سے مشابہ ہے جو اپنے ہر ایک تغیر کی آپ خبر دیتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ تصرف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبالیتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اُس کی طرف ایسا کھینچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرف میں کھلا اور روشن کلام سنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں (حضرت مرزا صاحبؑ نے حاشیہ میں درج فرمایا ''☆ نوٹ: صرف اتنا ہی نہیں کہ ملائک بعض وقت نظر آتے ہیں بلکہ بسا اوقات ملائک کلام میں اپنا واسطہ ہونا ظاہر کر دیتے ہیں (اس فقرہ کو شاہ صاحب نے چھوڑ دیا ہے) اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ایسا تصرف اور اخذ خارجی ہوتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ اب اس سے انکار کرنا ایک کھلی کھلی صداقت کا خون کرنا ہے۔ (ایضاً صفحہ 26)

چاہیے تو یہ تھا کہ شاہ صاحب کو اس اقتباس میں آسمانی وحی کا تذکرہ دیکھ کر رکتے اور غور کرتے۔ لیکن موصوف اسے درج کر کے آگے بڑھ گئے ہیں۔ ایسا ہی رویہ جب شاہ صاحب ضیاء الدین لاہوری کی کتاب ''سرسید کی کہانی اُن کی زبانی'' میں دیکھتے ہیں تو کیا لکھتے ہیں ملاحظہ ہو:

''تالیف پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اپنی کارگزاری کو کچھ اس طرح آگے بڑھایا ہے کہ ''حیات جاوید'' کی کسی عبارت کو سامنے رکھ کر از خود کوئی عنوان قائم کر لیا اور وہی عبارت بغیر کسی رائے زنی و تبصرے کے پیش کر دی اور یہ بات قاری کے لئے چھوڑ دی کہ وہ ''حیات جاوید'' سے منقولہ عبارت میں سرسید کی بُرائیاں خود ہی تلاش کر لے۔ اس تالیف سے یہ تاثر بھی ضرور ملتا ہے کہ مؤلف نے جو کچھ بھی لکھا ہے۔ اس سے سرسید کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ظاہر ہوتی ہے۔''

(سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 212)

کم و بیش یہی رویہ شاہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''برکات الدعاء'' کے ساتھ روا رکھا ہے۔

ہم باقی اقتباسات کے متعلق کچھ نہ کچھ پیچھے لکھ چکے ہیں۔ یہاں کیا ہی اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب کوئی گونگی جنگ نہ کرتے بلکہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے بارے میں کچھ منہ کھولتے۔ بلاتبصرہ چھوڑنا تو ''تحقیقی جائزے'' کو زیب نہیں دیتا۔ اُس پر مستزاد جو عنوان باب مذکور کا باندھا گیا ہے وہ بھی اُن کی ''جذبات سے معمور'' تنقید کا غماز ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں

ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب نے اپنے مقالے ''سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ'' کے مندرجات کو ''تفصیل کار'' کے نام سے لکھا ہے اور باب ششم کے آخر پر تفصیل کار میں ''سرسید کی کہانی ان کی اپنی زبانی'' کے مؤلف ضیاء الدین لاہوری اور اس کے مقدمہ نویس کی بے جا موشگافیاں'' لکھا ہے۔ ڈاکٹر شاہ صاحب نے ضیاء الدین لاہوری کے بارے میں تو 35 صفحات پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن مقدمہ نویس کا نام نہ تفصیل کار میں لکھا اور نہ ہی متن کتاب میں لکھا ہے۔ البتہ اس باب کے آخر پر بغیر کسی علامتی نشان کے حاشیے میں ایک نام لکھا ہے اور ''ابوسلمان شاہجہانپوری'' اور آخری فقرے میں لکھا ہے کہ تالیف اور مقدمہ سے علمی طور پر مباحث کو آگے بڑھانے میں مدد نہیں ملتی۔ (ایضاً صفحہ 241)

اسی طرح شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''تالیف پر مقدمہ نویس کی رائے زیادہ افسوسناک ہے۔'' اب شاہ صاحب کو کیا افسوس کا سامنا کرنا پڑا ہے اسی طرح کس مبحث کو آگے نہیں بڑھایا گیا؟ اس کی شاہ صاحب نے کوئی تفصیل نہیں دی اور نہ ہی مقدمہ پر کوئی بحث کی ہے۔

سطور ذیل میں ابوسلمان شاہجہانپوری کے مقدمہ سے چند خیالات پیش کیے جاتے ہیں:

''مسلمانوں میں دینی بے راہ روی کی اگر علمی بنیادیں تلاش کریں تو وہ سرسید کی تفسیر، تہذیب الاخلاق کے مقالات، مذہبی مسائل و معتقدات کے بارے میں ان کے اسلوب اور افکار میں تلاش کرنی چاہئیں۔ سرسید نے بعض مذہبی معتقدات کے لئے صرف تاویل ہی کا طریقہ اختیار کیا بلکہ انکار و تمسخر کی روش کو اپنایا ہے۔ انہوں نے اسلامی معتقدات کی سر بفلک عمارت کو ڈھایا ہی نہیں اس کی تباہی پر قہقہے بھی لگائے اور اس کی شان و رفعت کا مذاق ہی اڑایا......''

(ضیاء الدین لاہوری 'سرسید کی کہانی اُن کی اپنی زبانی' مقدمہ صفحہ 21)

اس کے بعد ابوسلمان صاحب نے جنت کی حقیقت کے بارے میں سرسید کے خیالات پیش کر کے لکھا ہے کہ ''کیا اسے پڑھنے کے بعد سرسید کا کوئی معتقد اسلامی عقائد پر قائم و استوار رہ سکتا ہے۔'' (ایضاً صفحہ 22)

پھر لکھتے ہیں کہ ''اس صدی کی بے دینی، مذہبی بے راہ روی اور بدعقیدگی کے تمام ڈانڈے سرسید سے ملتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام اور اسلامی شعائر کے احیاء میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ

حضرات ہیں جو سر سید کے مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔" (ایضاً صفحہ 22-23)

اسی طرح لکھا ہے کہ "...... اسلام سے تنفر ...... کی تحریک کے آغاز کا سہرا سر سید مرحوم کے سر ہے...... انہوں نے اسلامی معتقدات کی ایسی تاویل کی کہ پورا نظام عقائد درہم برہم ہوگیا۔ ان کے لئے ایسا اسلوب اختیار کیا کہ پھر انہیں مانتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگی اور مخالفین اسلام کے حملوں کے دفاع کے لئے ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں رہا۔" (ایضاً صفحہ 24)

سر سید کے رویے سے جو اثرات مترتب ہوئے اُن کے بارے میں ابوسلمان صاحب لکھتے ہیں "مسلمان اسلام اور اسلامی معتقدات سے برگشتہ ہوئے اور غیر مسلمان قبولِ اسلام کے عمل سے رک گئے۔ یوں ہی دیکھئے کہ زندگی بھر نہ تو کوئی شخص سر سید کی مذہبی صورت سے متاثر ہوا، نہ ان کی شرح وتفسیر انجیل پڑھ کر کسی عیسائی نے اپنے عقیدے سے توبہ کی۔ نہ ان کے مذہبی مقالات اور تفسیر قرآن کو پڑھ کر کوئی غیر مسلمان مسلمان ہوا، نہ مسلمان پکا مسلمان بنا۔ (ایضاً صفحہ 24)

محسن الملک کو سر سید سے باہم اخلاص وعقیدت بہت سے مسائل میں اختلاف کرنا پڑا اور انہیں مسلمانوں میں چھپا پادری قرار دیا۔ (ایضاً صفحہ 27)

انگریزوں کے حق میں سر سید کی جاں نثارانہ خدمات کے صلے میں جو سرکاری نوازشات ہوئیں اُن کا ذکر خود انہوں نے ان الفاظ میں کیا...... اس کے عوض میں سرکار نے میری بڑی قدر روانی کی۔ عہد صدر الصدوری پر ترقی کی اور علاوہ اس کے دو سو روپیہ ماہواری پنشن مجھ کو اور میرے بیٹے کو عنایت فرمائے اور خلعت پانچ پارچہ اور تین رقم جواہر، ایک شمشیر عمدہ قیمتی ہزار روپیہ کا اور ہزار روپیہ نقد واسطے مدد خرچ کے مرحمت فرمایا۔" (لائل محمڈنز آف انڈیا مطبوعہ مفصلائٹ پریس، جلد اول صفحہ 17)

(ایضاً صفحہ 38)

ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب نے اپنے مقالے میں جا بجا لکھا ہے کہ:

"...... انگریزی سرکار نے ایک بڑی جائیداد سر سید کو بطور انعام دینا چاہی مگر انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔......" (سر سید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 140)

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھا:

"...... ان (سر سید) کا رویہ خود غرضانہ وجوہ پر مبنی نہیں تھا کیونکہ جب حکومت نے انہیں ایک بڑی جائیداد بطور انعام دینے کی پیش کش کی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔" (ایضاً صفحہ 207)

شاید یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب نے ابوسلمان شاہجہانپوری کے مقدمہ پر نقد ونظر سے پہلو تہی کی ہے۔

جیسے سر سید نے آسمانی آواز کی طرف توجہ نہ دی۔ اسی طرح طرفداران سر سید ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب اور

موصوف کے نگران مقالہ ''ڈاکٹر حنیف فوق صاحب نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمونہ دعائے مستجاب کی طرف کتاب زیرنظر میں توجہ نہیں دی ہے۔

بہرکیف مذکورہ نمونہ دعائے مستجاب کا یہاں کچھ ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کی کتاب ''برکات الدعاء'' میں درج ہے۔
حضرت مرزا صاحبؑ سر سید صاحب کو مخاطب کر کے اپنے فارسی کلام فرماتے ہیں۔

؎ از دعا کن چارۂ آزار انکارِ دُعا　　　چوں علاج مے زمے وقتِ خمار و التہاب

انکار دعا کے مرض کا علاج بھی تو دعا ہی ہے کہ جیسے خمار اور اضمحلال کے وقت شراب کا علاج شراب سے ہی کیا جاتا ہے۔

؎ اے کہ گوئی گر دُعا ہا را اثر بودے کجاست　　　سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ اگر دعاؤں میں اثر ہوتا تو دکھاؤ وہ کہاں ہے میری طرف دوڑتا کہ میں تجھے سورج کی طرح وہ اثر دکھادوں۔

؎ ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرت ہائے حق　　　قصہ کوتہ کن بہ بیں از ما دعائے مستجاب

خبردار خدا کی قدرتوں کے بھیدوں کا انکار نہ کر بات ختم کر اور ہماری ایک قبول شدہ دعا دیکھ لے۔

(برکات الدعا۔روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 33)

یہ دعائے مستجاب ہندوؤں کے مشہور آریہ لیڈر لیکھرام پشاوری کی نسبت کی تھی جس کا حضرت مرزا صاحبؑ نے ان اشعار کے بعد اُس دُعا کی قبولیت کے بارے میں کچھ اور قرائن اور آثار کا ذکر اپنے کشف صریح کے ساتھ برکات الدعاء کے صفحہ ۳۳ پر کیا ہے۔ اسی طرح اس نمونہ دعائے مستجاب کے بارے میں ''برکات الدعاء'' کے صفحہ ۲، ۳، ۴ پر اخبار ''انیس ہند'' میرٹھ کے پرچہ ۲۵/مارچ ۱۸۹۳ء میں پیشگوئی (دعائے مستجاب) پر اعتراضات کا ذکر کیا ہے۔

اس بات کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے سرسید احمد خان کو مخاطب کر کے اپنی کتاب برکات الدعاء میں لکھا تھا کہ لیکھرام کی موت کے لئے میں نے دعا کی ہے اور وہ دعا قبول ہوگئی ہے۔ سو آپ کے لئے جو قبولیت دعا کے منکر ہیں یہ نمونہ دعائے مستجاب کافی ہے۔ مگر میری اس تحریر پر ہنسی کی گئی۔ کیونکہ لیکھرام ابھی زندہ اور ہر طرح سے تندرست اور توانا تھا...... میں سخت سرگرم تھا۔ اور میں نے اس مُراد سے کہ لوگ پیش گوئی کو یاد کرلیں اشعار میں سید احمد خان کو مخاطب کیا۔ اور وہ اشعار یہ ہیں جو میری کتاب برکات الدعاء میں درج ہیں اور اُس وقت شائع کئے گئے جب لیکھرام زندہ موجود تھا۔.....'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 298-299)

حضرت مرزا صاحبؑ اپنی پیشگوئی بابت لیکھرام پشاوری کو 20 فروری 1886ء میں ایک اشتہار کی صورت میں بھی شائع فرمایا تھا۔ جس میں آپ نے:

''اندرمن مُرادآبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو اُن کی قضاء قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اِس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کردو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

عِجلٌ جسدلہ خوار . لہ نصب و عذاب

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اُس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل رہے گا۔''

(آئینہ کمالات ..... روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 649-650)

6/مارچ 1897ء میں لیکھرام بذریعہ قتل ہلاک ہوگیا اور اُس کی موت سے تخمیناً پانچ برس پہلے یہ کشف رسالہ برکات الدعاء میں چھاپ کر شائع کیا گیا تھا اور یاد رہے کہ لیکھرام کے مارے جانے کی پیشگوئی صرف پیشگوئی نہیں تھی بلکہ میں نے اُس کے ہلاک ہونے کے لئے دعا کی تھی اور مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا تھا کہ وہ چھ برس کے اندر ہلاک کیا جائے گا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 298)

14۔ اس شق کے تحت شاہ صاحب نے شاید بطور حرف آخر سرسید کے آخری مضامین میں سے سرسید کی ایک تحریر پیش کی ہے۔

''دعا کو وہ (خدا تعالیٰ) رد نہیں کرتا پس ان کے عقیدے کے موافق (یعنی فرقہ نیچریہ کے عقیدے کے مطابق) ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے کسی کی دعا رد نہیں ہوتی۔ آپ کا یہ لکھنا کہ یہ لوگ قبولیت دعا کے منکر ہیں اس لائق ہے کہ اس پر کسی وقت خاص میں آپ دوبارہ غور فرماویں گے۔'' (سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 172)

ایسے لگتا ہے کہ مقالہ نگار نے حسب عادت حضرت مرزا صاحبؑ کی کتاب ''برکات الدعاء'' کو غور سے دیکھا ہی نہیں۔ اور ایک چلتا سا جواب لکھ دیا جسے شاہ صاحب نے اپنے ترکش کے آخری تیر کے طور پر چلا دیا ہے۔ حالانکہ مندرجہ بالا مضمون سے خوب واضح ہو جاتا ہے کہ کون قبولیتِ دُعا کا قائل ہے اور کون منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ روشنی عطا کرے کہ منکرین دعا پر دُعا کی حقیقت آشکار ہو۔ آمین۔

امتحان بسلسلہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی۔ مارچ 2008ء:

از کتاب ''منصبِ خلافت'' (حضرت مصلح موعود)

(مرسلہ: قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

نتیجہ امتحان سہ ماہی سوم 2007ء

قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

امتحان سہ ماہی سوم 2007ء میں 577 مجالس کے 8900 انصار نے شرکت کی۔نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے اراکین کے اسماء درج ذیل ہیں۔علاوہ ازیں 189 انصار نے اس امتحان میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''خصوصی گریڈ A'' حاصل کیا۔اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان اراکین کے لئے مبارک کرے اور مزید علمی ترقیات سے نوازے۔آمین۔

اوّل:	**مکرم آرکیٹیکٹ شعیب احمد ہاشمی**	گلشن اقبال غربی۔کراچی
دوم:	**مکرم منصور احمد لکھنوی**	گلشن اقبال شرقی۔کراچی
	مکرم انجینئر عبدالسلام ارشد	شالی چھاؤنی۔لاہور
سوم:	**مکرم عبدالرشید ساڑی**	عزیز آباد۔کراچی
	مکرم ڈاکٹر منصور احمد	جوہر ٹاؤن۔لاہور

مزید پہلی دس پوزیشن حاصل کرنے والے انصار:

مکرم بشارت احمد طاہر (کھاریاں، ضلع گجرات) مکرم ناصر احمد بلوچ (دارالسلام۔لاہور) مکرم نصیر احمد طاہر، مکرم محمد توفیق (مغلپورہ۔لاہور) مکرم جاوید اقبال کاہلوں (چک 433 ڈھیرو کے، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم ملک محمود احمد اعوان (ڈیرہ اسمٰعیل خان) مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر (دارالصدر شمالی الوار۔ربوہ) مکرم رفیق احمد بٹ (ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ) مکرم ماسٹر نذیر احمد (58/3 ٹکڑا، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) مکرم امتنان الٰہی ملک (گرین ٹاؤن لاہور)

خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے انصار:

لاہور: مکرم شیخ محمد اکرام اطہر، مکرم محمد قاسم بٹ (نشاط کالونی) مکرم عطاء اللہ ڈار، مکرم حبیب اللہ شاد، مکرم منور احمد عباسی، مکرم رفیق احمد خواجہ، مکرم میاں مجید الرحمٰن (جوہر ٹاؤن) مکرم محمد ارشاد، مکرم سلطان احمد بھٹی (بیت التوحید) مکرم محمد سرور ظفر، مکرم عبدالقیوم، مکرم ڈاکٹر رمضان محمد زاہد، مکرم میاں محمد یوسف، مکرم چوہدری محمد لطیف انور، مکرم معین الدین، مکرم نور الٰہی بشیر، مکرم مسعود احمد فاروقی، مکرم بشیر احمد، مکرم رشید احمد محسن (مغل پورہ) مکرم رانا فضل الرحمٰن نعیم، مکرم رانا قیس الرحمٰن نعیم، مکرم کیپٹن (ر) ملک مبارک احمد (گرین ٹاؤن) مکرم محمد اقبال بسرا (فیکٹری ایریا) مکرم محمد نصر اللہ خان (بھاٹی گیٹ) مکرم قریشی محمد کریم (شالامار ٹاؤن) مکرم صوبیدار جاوید اقبال (چھاؤنی) مکرم لئیق احمد، مکرم اعجاز احمد محمود (دارالسلام) مکرم ارشاد احمد ورک، مکرم عبدالشکور، (گلشن راوی) مکرم سید نوید احمد بخاری (محسن آباد) مکرم محمد اسحاق چوہدری (بیت الاحد)

ضلع کراچی: مکرم مجیب احمد ناصر، مکرم عبدالحمید ناصر، مکرم چوہدری ناصر احمد گوندل، مکرم مسرت شمیم قریشی، مکرم حفیظ احمد شاکر (النور) مکرم صبغت اللہ خان، مکرم عزیز اللہ (کورنگی) مکرم غلام قادر چانڈیو، مکرم مزمل بشیر شاہد، مکرم طارق محمود بھٹی، مکرم ریاض احمد شاد، مکرم محمد سرور، مکرم ذکاء

اللہ ڈھڈی، مکرم صوفی محمد اکرم (ڈرگ کالونی) مکرم محمد عثمان خان (ڈیفنس) مکرم ریاض احمد ناصر، مکرم منیر الدین بھٹی (گلشن جامی) مکرم کرامت حسین مختار، مکرم ڈاکٹر شوکت علی، مکرم عبدالستار بٹ (اورنگی ٹاؤن) مکرم محمد اشرف (گلشن اقبال غربی) مکرم چوہدری بشیر الدین محمود (ڈرگ روڈ) مکرم سلیمان احمد شاہد، مکرم منصور احمد طاہر (ماڈل کالونی) مکرم حبیب اللہ کاہلوں (محمود آباد) مکرم شفیق احمد شاہد (نارتھ)

ربوہ: مکرم محمد خان بھٹی، مکرم نثار احمد طاہر (دارالصدر شمالی انوار) مکرم بشیر احمد شاہد، مکرم عبدالرشید طاہر (دارالصدر غربی قمر) مکرم بشارت احمد چیمہ، مکرم محمد لطیف احمد، مکرم مظفر احمد ناصر (دارالصدر شرقی الف) مکرم صفدر نذیر گولیکی (دارالنصر غربی حبیب) مکرم عبدالرحمٰن عاجز، مکرم محمد ارشد قریشی (دارالرحمت وسطی) مکرم تنویر الدین صابر (دارالنصر غربی اقبال) مکرم عبدالرشید منگلا، مکرم عبدالسمیع خان (دارالرحمت شرقی بشیر) مکرم جاوید احمد جاوید (دارالعلوم شرقی برکت) مکرم سید عبدالمالک ظفر (دارالشکر) مکرم رشید احمد، مکرم غلام مقادر، مکرم ظفر اللہ (دارالعلوم جنوبی احمد) مکرم رؤف احمد بٹ (دارالعلوم شرقی نور) مکرم خالد اشرف بھٹی (دارالفضل شرقی) مکرم محمد نصیر احمد، مکرم مرزا عبدالرشید (دارالعلوم غربی صادق) مکرم مقبول احمد، مکرم محمد صدیق خان (دارالعلوم وسطی) مکرم سید جماعت علی شاہ، مکرم منور احمد (دارالعلوم غربی خلیل) مکرم اولاد احمد باجوہ (طاہر آباد شرقی) مکرم قمر احمد کوڑ (دارالرحمت شرقی ب) مکرم عبدالمنان، مکرم قاسم محمود بھٹی، مکرم شمس الدین، مکرم مرزا ظفر احمد، مکرم طاہر احمد محمود (دارالفتوح غربی) مکرم محمد الورشیم (دارالیمن وسطی سلام) مکرم ناصر احمد جٹھ (دارالبرکات) مکرم مجید احمد (دارالصدر شرقی ب) مکرم میاں عبدالغفور طور (ناصر آباد غربی) مکرم ناصر احمد ڈوگر (ناصر آباد شرقی) مکرم اللہ بخش، (کوارٹر تحریک جدید) مکرم غفور احمد اعوان، مکرم محمد رفیع (نصیر آباد سلطان) مکرم اقبال احمد (نصیر آباد عزیز) مکرم پروفیسر محمد انعام، مکرم سجاد احمد (دارالنصر غربی منعم) مکرم غلام حیدر، مکرم محمد رشید، مکرم شاہ محمد حامد کوندل (طاہر آباد جنوبی)

ضلع فیصل آباد: مکرم ملک محمد سجاد اکبر، مکرم چوہدری احمد دین، مکرم اقبال مصطفیٰ، مکرم محمد رفیق بھٹی، مکرم انعام اللہ ہاشمی (دارالذکر) مکرم مرزا منظور احمد بیگ، مکرم ہومیوڈاکٹر بشیر حسین تنویر، مکرم جلال الدین اکبر، مکرم محمد اصغر عتیق (دارالحمد) مکرم قدرت اللہ (دارالنور) مکرم حافظ محمد اکرم حفیظ (کریم نگر)

ضلع راولپنڈی: مکرم کیپٹن چوہدری علم دین مشتاق، مکرم فیض احمد محسن (پشاور روڈ شرقی) مکرم محمد ثناء اللہ، مکرم چوہدری اقبال حسین (النور) مکرم مبشر احمد کھوکھر (بیت الحمد) مکرم موسیم احمد شاکر، مکرم مبارک الوندیم، مکرم توقیر احمد ملک، مکرم منور احمد خالد (واہ کینٹ راولپنڈی)

ضلع اسلام آباد: مکرم عبدالمنان فیاض (اسلام آباد شرقی) مکرم ایم۔ اے لطیف شاہد (اسلام آباد وسطی) مکرم محمد منور ملک، مکرم عطاء الرحمٰن خان، مکرم رفیق احمد سعید (اسلام آباد جنوبی)

ضلع ملتان: مکرم چوہدری عبدالمجید، مکرم میاں اسلم شریف (ملتان شہر)

ضلع نوشہرہ: مکرم نعیم احمد ناصر، مکرم محمد احمد (نوشہرہ کینٹ)

علاقہ سرحد: مکرم انجینئر طاہر احمد، مکرم محمد اکرم (مردان) مکرم منظور احمد، مکرم مبارک احمد اعوان (پشاور شہر)

متفرق: مکرم ملک عبدالسلام (سرگودھا شہر) مکرم شیخ ضیاء الرحمٰن، مکرم حمید اللہ باجوہ (ساہیوال) مکرم نسیم احمد چوہدری، مکرم محمد شعیب خالد،

(باقی صفحہ نمبر 25)